تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

مجلس صحافت و نشریات ۔ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۲۹ | ۲۵ جنوری ۱۹۹۲ء — مطابق ۱۹ رجب ۱۴۱۲ھ | شمارہ ٦

ادارہ

ع - ع - ن

آشکارا ہو نہ جائے شرعِ پیغمبر کہیں

طبعی موت سے مرنے والوں کا ذکر نہیں، غیر طبعی موت کا سامنا روزانہ کتنے لوگوں کو کرنا پڑتا ہے، اس کا کوئی حساب کتاب ہے؟ امریکہ، یورپ، ایران طوران کی بات چھوڑیئے، خود آپ کے ملک میں روزانہ کتنے انسانوں کے خون بہتے ہیں، پولیس والے، فوج والے، اور جن کو دہشت گرد بتایا جاتا ہے، جن کے ہلاک ہونے کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ ہیں تو سب بنی آدم۔ اسی مٹی سے پیدا ہونے والے، ہماری اور آپ کی طرح کے انسان، لیکن اس کی کوئی پرواہ نہیں، اور نہ یہ ڈرنے کی بات ہے، اور نہ ملک کے لئے خطرہ ہے روزانہ کتنی ڈکیتیاں ہوتی ہیں، کتنے چھاپے مارے جاتے ہیں، اخبارات میں پڑھیے اور ردّی میں ڈال دیجئے، یہ کوئی خوف و خطرہ کی بات نہیں ہے۔

روزانہ کتنے ناجائز مال، منشیات، زہر آلود غذائیں، اور شراب ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل ہوتی رہتی ہیں، فوجی پہروں اور حفاظتی پولیس کی موجودگی میں اور اہل کاروں کی چوکسی کے باوجود جوئے، سٹے کا کاروبار پوری سرگرمی سے چلتا رہے تو نہ ملک کو خطرہ ہے، نہ قوم کو۔

بداخلاقی، بدمعاملگی، فریب دہی، دغابازی، رشوت کی ارزانی اور غذا، دوا کی گرانی ناقابلِ التفات، ان سے نہ قوم کو خطرہ ہے اور نہ ملک کو اور عالمی برادری کو۔

لیکن ایسے لوگ اگر معاشرے میں بڑھ جاتے ہیں جو خونِ ناحق کو حرام سمجھتے ہیں اور قاتل کی گرفت کرتے ہیں، اور ایسے قانون رائج کرنا چاہتے ہیں جن سے جرائم کی پرورش نہ ہو بلکہ ان کا سدِّباب ہو۔ ایسے اصول پر کاربند ہونا چاہتے ہیں جن سے لوگوں کے املاک عورتوں کی آبروئیں محفوظ رہیں — تو وہ ملک کے لئے، قوم کے لئے، بلکہ ساری دنیا کے لئے بہت بڑا خطرہ ہیں۔ ایسے لوگ بنیاد پرست کہے جاتے ہیں۔

سترہویں صدی کی قدیم اصطلاح FUNDMENTALISM جو کیتھولکس نے اپنے ایک گروہ (FACTION) کے لئے وضع کی تھی۔ اس کو اُن مسلمانوں کے حق میں استعمال کیا جا رہا ہے جو انسانی حقوق کی بحالی، دنیا کی امن و سلامتی اور اخلاق و شرافت کے داعی و پیامی ہیں، جو اس بات کا عزم رکھتے ہیں کہ طبقہ واریت ختم کی جائے، غریبوں کو نہیں غریبی ختم کی جائے، غذا، علاج، تعلیم سب کا یکساں حق ہے، مزید یہ کہ ہوا اور پانی کی طرح اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا ہر انسان کا حق ہے جو اس کو مفت ملنا چاہیئے۔ انصاف مفت اور بعجلت ملنا چاہیئے۔

انصاف فروخت کرنے اور خریدنے کی چیز نہیں ہے۔ انسان اپنی جگہ بری اور شریف ہے۔ اِلّا یہ کہ اس کا کوئی جرم ثابت ہو جائے ایسا نہ ہو کہ ہر شخص کو بدمعاش اور چور سمجھا جائے۔ اِلّا یہ کہ وہ اپنی برأت ثابت کر سکے، یا دوسرے الفاظ میں اپنی برأت خرید سکے۔

چور بازاری کی تمام قسمیں، ناپ تول میں کمی بیشی، اور ہر طرح کی دھوکہ دہی قابلِ مواخذہ جرم مانا جائے — قانون کے سامنے امیر و غریب، اعلیٰ عہدہ دار اور معمولی خدمت گار سب برابر کا درجہ رکھتے ہوں۔

یہی وہ چند موٹے موٹے اصول ہیں جن کے مجموعہ کو بنیاد پرستی کہا جاتا ہے، اور مغربی و مشرقی طاقتوں کو اسی سے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ ابھی حال میں امریکی کانگریس (پارلیمنٹ) کے ایک ممبر لاری پریسلر (LARRY PRESSLER) ہندوستان کے دورے پر آئے تھے اور اپنے میزبان ملک کو چوکنا کر گئے کہ کہیں اس دیش کے اندر تک بنیاد پرست مسلمان سیاسی غلبہ نہ حاصل کر لیں۔

سوویت یونین جب سے قصۂ ماضی بن گیا ہے، امریکیوں کو گمان ہے کہ کیمیاوی اسلحہ جات کا بٹن کس کے ہاتھ میں ہے گا اگر مسلم اکثریتی

سرپرست

مولانا معین اللہ ندوی

نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ادارۂ تحریر

شمس الحق ندوی

محمود الازہار ندوی

مشاورت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا سلمان حسینی ندوی

مولانا محمد خالد ندوی — مولانا عبد اللہ حسنی ندوی

مولانا محمد رضوان ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید

خط و کتابت و منی آرڈر کا پتہ

منیجر تعمیرِ حیات پوسٹ بکس نمبر 93

ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)

زرِ تعاون ملکی

سالانہ — ۵۰ پچاس روپئے

فی شمارہ — ۲/۲۵

بیرون ملک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک

۲۵ ڈالر

بیرون ملک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ ۱۰ ڈالر

لوٹ :-

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں۔ اور دفتر تعمیرِ حیات کے پتہ پر روانہ کریں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپکا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہونچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پچاس روپئے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیرِ حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں

نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام و پتہ پر تعمیرِ حیات جاتا ہے اس کی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں

اور اگر جدید خریدار ہیں تو بھی صراحت ضروری ہے

علم اور علماء کی قدردانی

پروفیسر سید محمد اجتباء ندوی

صدر شعبہ عربی و فارسی، الہ آباد یونیورسٹی

دینِ اسلام نے علم حاصل کرنے کو بہت اہمیت دی اور اس کی ہمت افزائی و سرپرستی کی۔ خدائے عز و جل نے روزِ اول سے تعلیم و تعلم کا قرآن پاک میں تذکرہ کر کے اس کی ضرورت اور قدر و منزلت کو تا قیامت ابدی بنا دیا۔

فرمایا: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

ترجمہ: پڑھو (اے نبیؐ) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا، جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی، پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔" نیز پڑھے لکھے لوگوں کو ان پڑھ لوگوں پر فضیلت دی، اس کا ارشاد ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ"

کہہ دیجئے (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کیا جاننے والے جاننے والوں کے برابر ہو سکتے ہیں۔

نیز فرمایا:

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ"

"تم میں سے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو بلندی عطا کرتا ہے اور ان لوگوں کو جنہیں علم دیا گیا ہے کچھ اور مرتبے عنایت کئے گئے ہیں۔"

علماء کی خوبی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔

تعلیم کی ہمت افزائی اور اس کے عام کرنے کے سلسلہ میں عملی نمونہ پیش کر کے ہمیشہ کے لئے ایک اچھی اور سچی روایت قائم کر دی۔ جنگ بدر اور اس کی صورت حال پر غور کیجئے مسلمان مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد بھی سکون و عافیت سے نہ رہ سکے مزید برآں شدید مالی پریشانیوں کا شکار بھی تھے، خدا تعالیٰ نے معرکۂ بدر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم الشان فتح عطا فرمائی، مشرکین کے ۷۰ افراد قید ہوئے، ان کی رہائی کے لئے ۱۰ ہزار سے ۴ ہزار درہم تک فدیہ مقرر ہوا۔ مگر جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان کا فدیہ ۱۰ مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دینا مقرر کیا گیا جب یہ بچے پڑھ لکھ لیں تو وہ آزاد ہو جائیں گے، علم حاصل کرنے کے لئے ہر طرح کی ہمت افزائی کی گئی اور کہا گیا کہ علم سیکھو اگرچہ وہ چین میں حاصل ہو سکے، علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اور فرمایا: "جو شخص طلب علم کے لئے گھر سے نکلا تو وہ اس وقت تک خدا کی راہ میں ہے، جب تک گھر واپس نہ آجائے۔"

کیونکہ علم کے ذریعہ انسان اپنی دینی دنیوی اور اخروی معاملات کو جانتا اور اس کی معرفت حاصل کرتا ہے، اور علم کی نشر و اشاعت بہت بڑا کارِ ثواب اور صدقۂ جاریہ شمار ہوتی ہے مسلمانوں نے عصرِ نبوت سے لے کر آج تک علم سیکھنے اور سکھانے کے لئے بہتر سے بہتر انتظامات کئے۔ راہِ حق میں جہاد کے لئے نکلے تو دنیا کے جس گوشہ اور جس ملک میں پہونچے نماز کے لئے مسجد اور اسی مسجد میں قرآن مجید اور ضروری مسائل سکھانے کے لئے مکتب و مدرسہ قائم کیا، طالب علموں کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھا اور ان کا ہر طرح سے تعاون اور ہمت بڑھائی مسلم معاشرہ میں علماء بڑی قدر و منزلت تھی۔ اور ان سے ہمیشہ رہنمائی حاصل کی گئی، اور جب بھی انہیں اور ان کی رہنمائی کو نظر انداز کیا گیا تو مشکلات اور دشواریاں پیش آئیں۔ خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے زریں دور تو علم و علماء کی قدردانی اور عزت افزائی کے نمونوں سے مالا مال ہیں مگر اس کے بعد بھی مسلمان حکمرانوں، بادشاہوں اور مسلم عوام نے اس سلسلہ میں بڑے اچھے نمونے چھوڑے ہیں اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیز علماء کا بڑا اکرام کرتے تھے اپنے قریب بٹھاتے تھے۔ اور دور تک انہیں رخصت کرنے آتے تھے۔

عباسی خلیفہ ابو جعفر، حضرت امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ان سے مشورہ طلب کیا اور دعاؤں کا خواستگار رہا اور ان کی گرانمایہ تصنیف "موطا" کو خلافت کے قانون کے طور پر مقرر کرنے کی اجازت طلب کی تو امام مالکؒ نے اس خیال سے منع کر دیا کہ امت مسلمہ کو ایک مذہب پر پابند نہیں کرنا چاہیئے ایک بار ایک بڑے عالم محدث اور بزرگ حضرت سفیان ثوریؒ عباسی خلیفہ ہارون رشید کے مہمان ہوئے خلیفہ ہارون رشید نے یکسو ہو کر ان کی خدمت کی۔ کھانا کھلاتا، وضو کے لئے پانی گرم کرتا اور خود وضو کراتا، جب وہ رخصت ہونے لگے تو شہر بغداد سے نکل کر ان کو رخصت کیا اور دعا کی درخواست کی، اس سلسلہ میں برصغیر ہند کے عہد اسلامی کا واقعہ بھی پڑھ لیجئے:

قاضی شہاب الدین دولت آبادی (۸۴۹ھ مطابق ۱۴۴۵ء) ایک مشہور و مقبول عالم گذرے ہیں انہیں اپنے زمانہ میں جو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی ان کے معاصر علماء میں کسی کو اتنی حاصل نہ ہوئی۔ ان کا اصل وطن تو افغانستان کا شہر غزنین تھا مگر انھوں نے دولت آباد دکن میں نشو و نما پائی، دہلی کے ممتاز علماء قاضی عبد المقتدر اور مولانا خواجگی دہلوی سے علوم و فنون کی مختلف کتابیں پڑھیں، قاضی عبد المقتدر نے اس ہونہار اور سعادت مند طالب علم سے بڑی محبت کی، فرمایا کرتے تھے کہ: میرے یہاں ایک طالب علم آیا ہے جس کا پوست بھی علم ہے۔ مغز بھی علم ہے اور ہڈیاں بھی علم ہیں امیر تیمور نے جب دہلی پر یلغار کی اور وہاں اس قدر ہنگامہ بپا ہوا کہ زندگی گذارنی مشکل ہو گئی۔ تو مولانا شہاب الدین جون پور کے بادشاہ ابراہیم شاہ شرقی کی درخواست پر جونپور چلے گئے، بادشاہ نے انکا استقبال کیا اور اپنی سلطنت کا قاضی القضاۃ منتخب کیا اپنے عہدہ کے فرائض انجام دینے کے ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا مولانا شہاب الدین دولت آبادی کا اس دور کے مشہور بزرگ حضرت اشرف جہانگیر سمنانیؒ سے تعلق تھا اور ان سے روحانی کمالات حاصل کئے تھے حضرت سمنانیؒ ان سے بڑا تعلق رکھتے تھے اور انھیں خلافت کے ساتھ ملک العلماء کا خطاب عطا کیا، سلطان شرقی بھی حضرت سمنانیؒ کا بڑا معتقد و مداح تھا۔ ایک بار قاضی شہاب الدین حضرت اشرف جہانگیر سمنانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ سلطان ابراہیم آپکی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے حضرت اشرف سمنانیؒ نے فرمایا کہ: "اس حقیر کے نزدیک تم سلطان سے بہت بہتر ہو، وہ آتے ہیں تو آنے دو وہ حاکم ہیں اور جب قاضی شہاب الدین کو رخصت کیا تو فرمایا، ہندوستان میں قاضی شہاب الدین جیسی فضیلت و خوبیاں والا انسان کم دیکھا گیا سلطان ابراہیم شرقی قاضی شہاب الدین کا بڑا قدردان اور ان کے علم و دانش کا بڑا معترف تھا۔ اس بنا پر ان سے بڑی محبت کرتا تھا۔ اور وہ جب بیمار ہوئے تو سلطان ابراہیم ان کی عیادت کے لئے گیا اور ان کی حالت دیکھ کر دعا کی اے خدا! جو بلا قاضی صاحب پر آئی ہے وہ مجھ پر نازل فرما اور ان کو صحت عطا کر۔

(ماخوذ / سید صباح الدین عبد الرحمنؒ)

کتاب کا علم سے گہرا رشتہ ہے

جو دین و دماغ میں انقلاب اور زندگی میں عظیم تبدیلی لاتے ہیں

ندوۃ ایجنسی و دار المطالعہ ندوہ

ازم کالج اعظم پور، رشید آباد، ۲۲۰۰۱، بولا (یوپی)

گذشتہ چند برسوں سے اسلامی کتابوں کی نشر و اشاعت کا کام کر رہا ہے جہاں آپکو عرب و عجم کی ممتاز علمی شخصیت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی و مشہور عالم دین مولانا محمد منظور نعمانی و دیگر اہل قلم علمائے حقانی کی مایہ ناز کتابیں دستیاب ہیں۔ نیز ندوۃ ایجنسی کی جانب سے ایک اہم اور معرکۃ الآراء کتاب "رویتِ ہلال کا مسئلہ" (اضافہ شدہ ایڈیشن) نہایت دیدہ زیب کتابت و فوٹو آفسیٹ پر معیاری طباعت کے ساتھ شائع کی گئی ہے جو مشہور اہلِ قلم مولانا محمد برہان الدین سنبھلی ناظم مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے قلم کا شاہکار اور علمی تحقیق کا نتیجہ ہے جسکو اہل علم نے اس موضوع کی مایہ ناز تصنیف قرار دیا ہے۔ مکتبہ ندیہ، مکتبہ الفرقان اور مکتبہ اسلام سے کتاب طلب فرما سکتے ہیں۔

۱ ندوۃ ایجنسی میں کتابیں ۲۵ فیصد ڈسکاؤنٹ پر دستیاب ہیں۔

دار المطالعہ ندوہ میں آپ کتابیں، رسائل پڑھ سکتے ہیں اور مستعار بھی لیجا سکتے ہیں۔

والے علاقوں میں رہ گیا تو پھر دنیا کا کیا ہوا؟ پاکستان، افغانستان، ایران اور ترکی کے ساتھ مل کر پانچ وسط ایشیائی ممالک جو ابھی اشتراکیت کے چنگل سے آزاد ہوئے ہیں ان کے شریک ہوگئے اور ایک مضبوط اسلامی بلاک بن گیا تو یہ بین الاقوامی لٹیرے کہاں جائیں گے، جنکے نزدیک اپنی کرسی کے لئے ایک لاکھ انسانوں کا قتل اور کروڑوں کی جائداد کی بربادی آسان اور روزمرہ کی بات ہے ان کو خطرہ ہے کہ کہیں یہ بنیاد پرست چور کا ہاتھ کاٹنے کی سزا دینے لگیں جس سے یہ سب کاروبار معطل ہوجائیں۔ دن دہاڑے سیکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں عورت کے جسم لوٹنے اور بھیڑیئے کی طرح لوٹنے والے انسانیت کے بڑا خطرہ محسوس کررہے ہیں کہ ایک بدکار کو رجم کی سزا دی جائے گی۔ اور اسطرح نسوانیت کو مال تجارت بنانے والے بیکار ہوجائیں گے۔

یہی وہ خطرہ ہے جو افغانستان پر مسلط لارہا ہے اور جس کی آگاہی امریکہ کو دی گئی تھی۔

ور مجاہدین افغانستان کو مدد دینے سے روکا جارہا تھا، اور اسی خطرہ سے آگاہ کرنے کیلئے لارڈ پریسلر صاحب آئے تھے۔ کہ ع:

آشکارا ہو نہ جائے شرع پیغمبر کہیں

ترقی کرو مگر ....

لوگ کہتے ہیں کہ علماء اسلام ترقی سے روکتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ الزام صحیح نہیں بلکہ عام طور پر لوگ تو عقلی طریقے سے ترقی کو ضروری ثابت کرتے ہیں، اور میں اسے شرعی فرض کہتا ہوں، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ. یعنی ہر قوم کے لئے قبلہ کی ایک جہت مقرر ہے جس کی طرف وہ منہ کرتی ہے تو تم ایک دوسرے سے بھلائیوں میں آگے بڑھو، ہم کو تو استباق یعنی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا حکم ہے اور یہی ترقی ہے تو ترقی کی ضرورت قرآن شریف سے ثابت ہے بلکہ "فَاسْتَبِقُوا" امر کا لفظ ہے جو فرض ہونے کا اقتضا کرتا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ اسلام میں ترقی کرنا فرض ہے اب کس کی مجال ہے کہ ترقی سے روک سکے لہٰذا علماء پر یہ الزام بالکل تہمت ہے قرآنی فرض سے کوئی کیسے روک سکتا ہے بس فرق اس قدر ہے کہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ دوسری قوموں کے قدم بقدم چل کر ترقی کرو اور علماء یہ کہتے ہیں کہ جس طرح قرآن کہے اس طرح ترقی کرو۔

تعین علل کا حق نہیں: فرمایا کہ ہمارے دوستوں میں ایک شخص ہیں اول وہ فوٹوگرافی کا کام کرتے تھے پھر خدا تعالیٰ نے انکو توفیق فرمائی تو وہ اس سے تائب ہوگئے ایک صاحب مدعی تحقیق ان کو بہت پریشان کیا کرتے تھے کہ تم نے اس کام کو کیوں چھوڑ دیا، ایک مرتبہ اتفاقاً مدعی تحقیق سے میری ملاقات ہوئی کہنے لگے تصویر کشی کی ممانعت تو صرف اسی لئے تھی کہ یہ فعل منجر ہوجاتا تھا بت پرستی کی طرف آج چونکہ تہذیب کا زمانہ ہے یہ احتمال مرتفع ہے پس اب وہ حرمت بھی نہ رہی ہوگی۔

میں نے کہا کہ ہم کو تعین علل کا بلاضرورت کب حق حاصل ہے۔ گورنمنٹ کے سینکڑوں قانون ہیں اور ان سب پر عمل کیا جاتا ہے لیکن رعایا کو ان قوانین کی علت دریافت کرنے کا استحقاق نہیں تو خدائی قوانین میں علل تلاش کرنے کی کیوں ضرورت۔

پھر میں نے ان سے سوال کیا کہ اچھا بتلایئے زنا کی حرمت کی کیا وجہ؟ کہنے لگے مجھے تو علم نہیں میں نے کہا کہ لیجئے تبرعاً میں بتا دیتا ہوں کہ وجہ اس کی احتمال اختلاط نسب ہے یعنی اگر کئی مرد ایک عورت سے صحبت کریں، اور پھر حمل ٹھہر جائے تو ممکن ہے کہ ہر ایک ان میں سے اپنے نسب کا دعویٰ کرے تو اس صورت میں ان میں سخت جنگ و جدال کا اندیشہ ہے اور ممکن ہے کہ ہر ایک انکار کردے تو اس صورت میں اس عورت اور بچے پر سخت مصیبت ہوگی یہ وجہ سن کر وہ صاحب بہت ہی محظوظ ہوئے، اور کہنے لگے کہ بیشک یہی وجہ ہے۔

اسکے بعد میں نے کہا کہ اب آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی ایسی تدبیر کرے کہ علوق کا احتمال ہی نہ رہے مثلاً کوئی ایسی دوا استعمال کرے یا کوئی عورت سن ایاس کو پہنچ گئی ہو یا جوانی میں کسی مرض سے حیض بند ہوگیا ہو نیز جنگ و جدال کا بھی احتمال نہ ہو مثلاً زانیوں کی کسی جماعت خاصہ میں محبت اور اخوت ہوجائے جس سے احتمال بھی جنگ و جدال کا نہ رہے تو اس صورت میں زنا جائز ہوجائیگا، کیونکہ علت حرمت کی مرتفع ہے ہرگز نہیں حالانکہ جو علت بتلائی گئی تھی، وہ یہاں مرتفع ہے اب تو وہ بہت خاموش ہوئے۔

پھر یہ قصہ نقل کرکے فرمایا کہ نہایت افسوس ہے کہ اس زمانہ میں بعضے نوتعلیم یافتہ حضرات ہر امر کی علت دریافت کرنے کی فکر میں ہیں اور اسی طرح اکثر احکام شریعت پر اعتراض کرتے ہیں، حالانکہ جس کا نام فہم ہے اس کی ہوا بھی انھیں نہیں لگی۔

از / حکیم الامت تھانویؒ

جہیز سے ایک انٹرویو

انصار زبیر محمدی

سوال: حال جناب کیا میں آپ کا اسم گرامی پوچھ سکتا ہوں؟

جواب: جی میرا نام جہیز ہے۔

سوال: آپ کی پیدائش اور پرورش کہاں ہوئی؟

جواب: میری پیدائش اور پرورش امیروں اور رئیسوں اور حریصوں کے گھر میں ہوئی وہیں میں پروان چڑھا

سوال: اب تک آپ نے عمر کی کتنی بہاریں دیکھی ہیں؟

جواب: یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، بہار تو ہر وقت میرے دامن میں رہتی ہے غرضیکہ میں سدابہار ہوں۔

سوال: آپ کی دلی تمنا اور آپکے عزائم کیا ہیں؟

جواب: بس وہی بھائی ابلیس کا تعاون کرنا اور بنی آدم کو ذلیل کرنا ہمارا اصل مقصد ہے۔

سوال: آپ اپنی دعوت میں کس حد تک کامیاب ہیں؟

جواب: اس کا میرے لئے جواب دینا کہ میں خود ہی سدابہار ہوں، ہاں اتنا ضرور ہے کہ جب اسلام کا بول بالا تھا اور مسلمانوں کے پیغمبر اور انکے خلفاء وغیرہ جب تک باحیات رہے میں بے وقعت تھا لیکن آج کل تو میری خوب ترقی ہو رہی ہے کتنی لڑکیاں میری بھینٹ چڑھ چکی ہیں یا طلاق پا چکی ہیں۔ اس سے میری کامیابی کا پتہ لگا سکتے ہیں

سوال: آپ کس قسم کے لوگوں میں اپنی دعوت پیش کرتے ہیں؟

جواب: ویسے تو میری دعوت عام ہے، مگر حریص لوگ میری دعوت جلد قبول کرتے ہیں۔

سوال: انسانی معاشرہ میں آپ کا کیا مقام ہے؟

جواب: جس طرح انسانوں کی مہمان نوازی کے لئے بکریاں اور مرغیاں ذبح کی جاتی ہیں اسی طرح میری خاطر و مدارات کے لئے لڑکیاں ذبح کی جاتی ہیں اور جلائی بھی جاتی ہیں،

سوال: آپ کی رسائی کہاں تک ہے؟

جواب: تقریباً دنیا بھر میں چھایا ہوا ہوں۔

سوال: محترم آخر میں آپ اپنا پتہ بتادیں تو کرم ہوگا۔؟

جواب: میرا پتہ تو بہت آسان ہے بس امیروں، حریصوں اور دولت پرستوں کے گھروں میں میرا مستقل قیام ہے۔ اور اب ان امیروں کی دیکھا دیکھی غریب بھی قرض ادھار لے کر سود ہی کیوں نہ ہو ہماری پذیرائی کرنے لگے ہیں۔ (بشکریہ نوائے اسلام دہلی)

حج و عمرہ ٹور برائے ۱۹۹۲ء

اگر آپ امسال حج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو حج کے ارکان کی صحیح ادائیگی کے لئے نیز دھوکہ سے بچنے کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں۔

اسلامی ٹورس (منتظمین سفر حج)

ISLAMI TOURS

(Organizer of Haj Tours)

Tel: 863171 8512842

1587/180, Shaida Marg, Next to New Patel Rest. Bhai Bazar Corner, Dongri, Bombay 400 009

خطبہ صدارت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا یہ خطبہ صدارت علاقائی دینی تعلیمی کانفرنس منعقدہ مرادآباد ۱۲ جنوری ۱۹۹۲ء زیر اہتمام انجمن تعلیمات دین مرادآباد میں پڑھا گیا۔!

الحمد للہ وحدہ، والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

حضرات!

۱۴ اور ۱۵ جون ۱۹۶۹ء کو آپ کے اسی شہر مرادآباد میں ریاستی دینی تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی تھی، آج بائیس برس کے بعد اسی تاریخی شہر اور دینی و علمی ماحول میں اسی موضوع پر دوبارہ خطاب کرنے اور معروضات پیش کرنے کا موقع مل رہا ہے۔

میں اپنے خطبہ کا آغاز قرآن شریف کی ایک چونکا دینے والی آیت سے کروں گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ	بھلا جس وقت یعقوب علیہ السلام
يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ	وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود
لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ	تھے جب انھوں نے اپنے بیٹوں سے
قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ	پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت
وَاِلٰهَ اٰبَائِكَ اِبْرٰهِيْمَ	کروگے؟ تو انھوں نے کہا کہ آپ کے
وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ	معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم
اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ	اور اسمٰعیل اور اسحاق کے معبود کی
مُسْلِمُوْنَ ○	عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے
(سورۃ البقرۃ ۔ ۱۳۳)	اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔

باوجود اس کے کہ یہ پیغمبر اور پیغمبر زادوں کا گھرانہ تھا جس میں توحید اور اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کے سوا نہ کوئی اور تعلیم تھی نہ عمل نہ ماحول اور فضا، پھر بھی عقیدہ اور عمل اور توحید خالص کی اہمیت اور فکر اور اپنی نسل کے اس عقیدہ و عمل سے دائمی وابستگی کے خیال سے کہ۔ ع

عشق است و ہزار بدگمانی

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں، پوتوں اور نواسوں کو جمع کرکے دریافت کیا کہ عزیزو! میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟ ان فرزندوں اور نبی زادوں نے اس کے جواب میں یقیناً یہ کہا ہوگا کہ ابا جان، دادا جان، نانا جان آپ نے ابھی تک ہم کو تعلیم ہی کیا دی؟ اور کس چیز کا پابند بنایا؟ یہی توحید خالص اور عبادت الٰہ واحد، پھر آپ کو ہمارے مستقبل کے بارے میں کیوں شک ہے، کہ ہم آپ کی آنکھ بند ہوتے ہی دوسرے راستے پر پڑ جائیں گے؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے (زبان حال سے) یہی کہا ہوگا، کہ فرزندو! میری پیٹھ قبر سے نہیں لگے گی جب تک دنیا سے اطمینان لے کر نہ جاؤں کہ میرے بعد بھی تم سب خدائے واحد کے پرستار اور دین ابراہیمی کے علم بردار رہوگے۔

حضرات!

آپ سلسلۂ ابراہیمی سے تعلق رکھتے ہیں، اس خاندان کا شیوہ اور شعار رہا ہے کہ دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اپنی نسل کے بقائے ایمان اور تعلق باللہ کا اطمینان اور ضمانت کرلی جائے، اور دنیا سے جانے سے پہلے اولاد سے یہی عہد و پیمان لے لیا جائے کہ دنیا میں جب تک رہنا ہے مسلمان بن کر رہنا ہے، اور جب جانا ہے تو مسلمان کی حیثیت سے جانا ہے:۔

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ	اور یہی وصیت کر گئے ابراہیم
وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ	اپنے بیٹوں کو اور یعقوب اے بیٹو!
اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ	اللہ نے چن کر دیا ہے تم کو دین
فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ	پس نہ مرنا مگر مسلمان۔
مُّسْلِمُوْنَ ○ (سورۃ البقرۃ ۱۳۲)	

نہ صرف یہ عہد و پیمان ضروری ہے بلکہ اس کے لئے وسائل کا مہیا کرنا، اس کو ممکن اور آسان بنانے کی تدبیریں اختیار کرنا اور اس کا اطمینان حاصل کرنا بھی ضروری ہے، اسی لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کا امتحان لیا اور اپنا پڑھایا ہوا سبق سنا۔

یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعلیم و تربیت کی پوری کوشش کے بغیر اولاد کو اسلام پر جینے اور مرنے کی وصیت نہیں فرمائی ہوگی، اور یقیناً حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی تفہیم و تعلیم اور نگرانی کے بغیر اپنے بچوں کا یہ امتحان نہیں لیا ہوگا جس کا قرآن نے ذکر کیا ہے، یہی عہد و پیمان اور یہی انتظام و اطمینان اس کانفرنس کے انعقاد کا مقصد اور اس کا پیغام ہے جس کو آپ یہاں سے واپس جائیے اور اس کی تکمیل میں تن من دھن سے لگ جایئے۔

اس آیت مبارکہ کی روشنی میں آپ کو اپنی نسل کے دینی تحفظ اور اسلام سے اس کے ربط و تعلق کا انتظام کرنا ہے اور یہ ذمہ داری غذا، لباس، دوا، اصلاح، تعلیم و معاش سے بدرجہا زیادہ ضروری ہے، آپ کو ہر حال میں ان کی اس ضروری دینی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا ہے جس کے بغیر وہ مسلمان نہیں رہ سکتے۔

یہی اس آیت مبارکہ:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا	اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں
اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا	کو اور گھر والوں کو (دوزخ کی)
(سورۃ التحریم ۔ ۶)	آگ سے۔

کا مفہوم اور تفسیر ہے اور یہی حدیث "اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"[1] (خبردار ہوجاؤ کہ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحت افراد کے بارہ میں پوچھا جائے گا) کے حکم کی تعمیل ہے، اس کے لئے آزاد مکاتب، صباحی و شبینہ مدارس، دینی مجالس، گھر کی تلقین و نگرانی، ماحول کی اصلاح، صحیح اور مفید کتابوں کی اشاعت اور ایسے بہت سے ذرائع ہوسکتے ہیں، خصوصاً مدارس و مکاتب کا قیام اس وقت اتنا ضروری ہوگیا ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ اس وقت نئی نسل کی اسلامیت کے بقاء و تحفظ کے لئے کوئی اور تدبیر اتنی مؤثر ہوسکتی ہے، اس سب کے لئے آپ کے قومی فیصلہ اور اجتماعی عزم کی ضرورت ہے، آپ کے اس عقیدہ اور یقین کی ضرورت ہے کہ بچہ کا دنیا سے چلا جانا اور والدین کا اولاد سے محروم ہونا اس سے بہتر ہے کہ بچہ غیر اسلامی زندگی اور جہنم کا راستہ اختیار کرے۔

ہمارا کام اس وقت تک قابل اطمینان نہیں ہوگا جب تک مسلمان اپنے بچوں کی تعلیم کو ان کی غذا اور دوا سے زیادہ اہم نہ سمجھیں گے، اور دینی مکاتب و مدارس کو اسی سنجیدگی اور اسی ذوق و شوق سے قائم نہ کریں گے جس سنجیدگی اور ذوق و شوق سے وہ مساجد کی تعمیر کرتے ہیں، اس لئے کہ ان مساجد کی آبادی ان مکاتب کے بغیر ممکن نہیں، جب تک ہم اس راہ کے مصارف کو اپنا اہم ترین اور مقدس ترین فرض نہ سمجھیں گے اور اس میں عقائد ذوق اور عثمانی جذبہ کے ساتھ حصہ نہ لیں گے جب تک ہم اس راہ کی کوشش کو عبادت کا درجہ نہ دیں، کہ ہماری اس دور کا اسلام ہماری کوشش ہی سے شکوک ہے۔

لیکن اس ملک میں ان کی ذمہ داری دوہری اور نہایت شدید ہوجاتی ہے جہاں لازمی طور پر کوئی ایسا انتظام تعلیم و نصاب تعلیم جاری ہو جو اسلام کے بالمقابل عقائد کی تعلیم دیتا ہو اور جس کے مضامین اور مندرجات ترجیحی طور پر ایسی مسیحی اسلامی عقائد کے منافی اور شرک و وثنیت کے علمبردار اور مبلغ ہوں اور جہاں بچے بھی کسی دوسری مذہبی قوم کی دیومالا (MYTHOLOGY) پڑھنے پر مجبور ہوں جس کو یقین کرنے سے کوئی مسلمان (تاویل و تکلف کے ساتھ بھی) مسلمان نہیں رہ سکتا جہاں مسلمانوں کی اس عجیب شخصیت کا جس کی محبت و تعظیم مسلمانوں کا ایمان ہے، ذکر و تعارف ایسے نازیبا اور خلاف واقعہ انداز میں کیا جاتا ہے جس کو پڑھنا مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی روحانی اذیت اور ایمانی خطرہ ہے، جہاں مسلمانوں کی تاریخی شخصیتوں کو ایسے حقیر اور افسانوی طریقہ پر پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمان بچوں میں

ان کی حقارت اور اپنے ماضی سے نفرت پیدا ہو، جہاں مسلمانوں کو جو اس ملک کے برابر کے شہری اور ہندوستانی جمہوریہ کا ایک ضروری عنصر ہیں ان الفاظ سے یاد کیا جائے جو پردیسیوں، نیچ ذات اور پچھڑی اقوام کے لئے بولے جاتے ہیں، ایسے حالات میں مسلمانوں پر دو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ایک اس نامناسب صورت حال کی اصلاح و تبدیلی کی کوشش، دوسرے جب تک وہ قائم ہے اس کے مضر اثرات سے حفاظت کا سامان، اور خواہ وہ قائم ہو یا دور ہوجائے دونوں حالتوں میں مسلمان بچوں کی اسلامی تعلیم کا مستقل بندوبست۔

پھر یہ بھی واضح و مسلّم ہے کہ مسلمان کا تصور اسلام کے بغیر ممکن نہیں اور اسلام کسی ذات، برادری اور کسی قومیت یا وطنیت کا نام نہیں جس میں انسان کے ارادے اور اختیار کو کچھ دخل نہیں ہوتا، وہ ایک سوچا سمجھا فیصلہ، ایک پسندیدہ مسلک زندگی اور ایک قبول کیا ہوا عقیدہ ہے جس کے لئے شعور، ارادہ، صحیح علم اور کوشش کی ضرورت ہے۔

ایک ایسی ملت جس کا ظہور اور جس کا وجود تمام تر ایک خاص عقیدہ اور مسلک زندگی کا رہین منت ہے، ایک ایسی تعلیم کے بغیر اس کے وجود و بقا کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے اصول و عقائد سے واقفیت پیدا کرسکے، اپنے فرائض کو ادا کرنے کے قابل بنے جو اس دین کے قبول کرنے کی بنا پر اس پر عائد ہوتے ہیں، اور ان اعتقادی گمراہیوں اور ان علمی غلطیوں سے محفوظ رہ سکے جن کا صحیح علم نہ ہونے کی صورت میں خطرہ ہے اسلام نے علم کو جو اہمیت جو عظمت اور جو تقدس بخشا ہے وہ اسی یقین کا نتیجہ ہے۔ ع

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

اسی لئے قرآن اور تاریخ اسلام میں جاہلیت (غیر اسلام) کی اصطلاح پائی جاتی ہے جس سے جہل کا خطرناک اور مہلک ہونا اور اسلام کے منافی ہونا آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

حضرات!

ہم نے جب اس ملک میں اپنی خصوصیات، دینی عقائد اور اسلامی تہذیب کے ساتھ رہنے اور ترقی کرنے کا عزم اور عہد کیا ہے تو ہم نے لازماً اس کی تمام ذمہ داریوں کو بھی قبول کیا ہے، ہمیں ایک ایسے ملک میں جہاں ہم اقلیت میں ہیں اور جہاں کی پچھلی تاریخ کا مطلع غبار آلود ہو عقیدۃً و عملاً مسلمان بن کر رہنے کی نظیر قائم کرنی اور دوسرے ملکوں کے لئے اعتماد و حوصلہ کی شمع روشن کرنی ہے، ہمیں اپنے جرأت و اعتماد، صلاحیت و قوت کار اور ذہانت و اجتہاد کا ایک نمونہ قائم کرنا ہے، دنیا کے وہ ممالک جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور اپنے دینی مستقبل کی تشکیل کے کار عظیم سے دوچار ہیں، ہماری رہنمائی کے منتظر ہیں، اس لئے کہ ہم دنیا کی سب سے بڑی اسلامی اقلیت ہیں جو کسی ملک میں پائی جاتی ہے اور ہم نے ماضی میں بارہا عالم اسلام کی رہنمائی کی ہے، ہمیں نہ صرف اپنی آئندہ نسلوں کی اسلامیت کا غیر مشکوک اطمینان حاصل کرنا ہے نہ صرف اپنے دینی مستقبل کی تابناکی کا یقین پیدا کرنا ہے بلکہ اپنی ذہانت، اپنی عبقریت (GENIUS)، اپنی صحیح اور غیر متزلزل حب الوطنی، اپنی بے پایاں شرافت، اپنی صلاحیت کار کا غیر فانی نقش قائم کرنا ہے ان تمام صلاحیتوں کے ساتھ جو خدا نے ہم کو بخشی ہیں اور اسلام نے ان کی پرورش کی ہے، ہمیں جدید ہندوستان کی تعمیر و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ہے اور اس کو چار چاند لگانے ہیں، ہمیں یہ ثابت کرکے دکھانا ہے کہ

ہم اس ملک میں اپنی ملی خصوصیات، اپنے عقائد اور اپنی اسلامی تہذیب کے ساتھ ترقی کرسکتے ہیں، دنیا میں ہندوستان کا نام روشن کرنا اور اس کے جمہوری و سیکولر ہونے کا ناقابل تردید ثبوت فراہم کرنا ہے، نیز یہ ثابت کرنا ہے کہ اسلام میں زمان و مکان کے تغیرات سے عہدہ برآ ہونے، وقت کی مشکلات کو حل کرنے، دنیا کی تمام قوموں اور ملکوں کو یکساں نفع پہنچانے اور بلا تفریق مذہب و ملت انسان کی خدمت کرنے کی کتنی عظیم طاقت و صلاحیت ہے۔

حضرات!

داستان طویل ہوگئی لیکن یہ عرض کرنا تھا کہ ملک کی بڑی بدقسمتی اور ملک کے مختلف فرقوں کے لئے بڑی آزمائش کی بات ہے کہ تعلیم کا نصاب و نظام کا نازک اور مقدس کام ان لوگوں کے سپرد کیا گیا جو ایک فرقہ وارانہ ذہنیت اور اکثریت میں بھی ایک طبقہ (آریہ و برہمن) کے عقائد، مذہبی روایات، دینی شخصیتوں اور ان کے تقدس و تصرف کے واقعات سے نصابی کتابوں کو پُر کردینے کے جذبہ سے مغلوب تھے، جنھوں نے مسلمانوں کے دور اور ان کی عظیم شخصیتوں، ان کے تعمیری اور انتظامی

کارناموں کو یا تو نظر انداز کیا یا اس دور میں سے ان واقعات و اشخاص کا انتخاب کیا جو اپنے مذہب اور تاریخ سے واقفیت اور محبت رکھنے والے مسلمانوں کے نزدیک معیاری و مستند نہیں، پھر ان کے پیش کرنے کا انداز ہمدردانہ یا عالمانہ نہیں، عامیانہ و متعصبانہ ہے۔ اس طرح مسلمانوں کی آئندہ نسل کے دل و دماغ میں ان تصورات و عقائد کی تخم ریزی کی جا رہی ہے جن کو قبول کرنے یا صحیح سمجھنے کے بعد کوئی مسلمان، مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اسلام میں کسی انسان کو مافوق البشر یا غیر معمولی، غیر محدود طاقت اور غیر محدود علم رکھنے والی ہستی، کائنات میں تصرف اور سب کچھ کر سکنے والی، مختلف روپوں اور مظاہر میں ظاہر ہونے والی ذات تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں توحید و رسالت کے عقیدہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور ان کی صرف وہی تشریح معتبر ہے جو خدا کے پیغمبروں نے کی اور ابراہیمی سلسلہ میں چلی آ رہی ہے۔

ایک ایسے ملک میں جو اپنے رقبہ میں بجائے ایک ملک کے ایک برِ کوچک (SUB-CONTINENT) اور اپنی آبادی کے لحاظ سے دنیا کے آباد ترین ملکوں میں ہے، کسی حکومت کو اپنے انتظامات پر انحصار اور اصرار نہیں کرنا چاہئے، یہاں انگریزوں کے عہد سے پہلے نجی مکاتب اور مدارس کا ایک جال بچھا ہوا تھا، ان سے علم کی اشاعت اور ملک کو شائستہ و تعلیم یافتہ بنانے میں جو مدد ملی اس کا انگریز مؤرخین نے بھی اعتراف کیا ہے، ہماری گذشتہ نسل جو شائستگی اور انسانیت میں شاید ہم سے بڑھی ہوئی ہے، انہیں مکاتب و مدارس کی فیض یافتہ ہے، انگریزوں نے بھی اپنے دورِ حکومت میں ان مکاتب و مدارس کو برقرار رکھا، اور بعض اوقات ان کی ہمت افزائی کی، ہم کو حکومت سے مطالبہ کرنا چاہئے کہ وہ پھر ان مکاتب و مدارس کی ہمت افزائی کرے جو ضروری شرعی مضامین کی تعلیم کا بندوبست کریں اور ملک کے تعلیمی معیار پر پورے اتریں، حکومت کو (اگر وہ اس بات کے لئے فکرمند اور حریص ہے کہ ملک کی آبادی کا زیادہ سے زیادہ حصہ خواندہ و تعلیم یافتہ بن جائے) ان مکاتب کو تسلیم کرنے میں عذر نہیں ہونا چاہئے، یہ اس کا بہت بڑا مالی بار ہلکا کرنے کا ذریعہ بن سکتے ہیں، اور بالکل ممکن ہے کہ بعض اوقات اساتذہ کی قوتِ عمل، ذوقِ علم اور عقیدہ و مقصد ان سرکاری اسکولوں سے بہتر نتائج پیدا کر سکے، جہاں کے اساتذہ اکثر اوقات صرف ملازمانہ ذہنیت رکھتے ہیں، اور صرف ضوابط کے پابند اور دعوت و خدمت کی روح سے خالی ہیں۔

دوسرا حصہ وہ ہے جو خود ہم سے متعلق ہے اور اس کے بارہ میں ہم خدا اور اس کے بندوں اور اپنی آئندہ نسلوں کے سامنے جوابدہ ہوں گے، ہم اپنی پہلی جدوجہد میں پورے طور پر کامیاب ہو جائیں اور نصابِ تعلیم حقیقی معنی میں غیر مذہبی و سیکولر ہو جائے، پھر بھی ہمیں اپنے بچوں کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کا انتظام کرنا ہوگا، مسلمانوں کا ملی وجود اسی پر منحصر ہے کہ ان کی ہر نسل نہ صرف صحیح العقیدہ بلکہ راسخ العقیدہ ہو، نہ صرف مذہب کی حامل بلکہ اسلام کی دعوت و پیغام کی حامل ہو، وہ نہ صرف جاہلیت اور اس کے افکار و عقائد و تصورات سے غیر متفق ہو بلکہ ان سے متنفر ہو، اس کا صحیح اسلامی شعور بیدار، اس کے اخلاق صالح اور اس کا عمل مکمل ہو، وہ خلافِ اسلام فلسفوں اور دعوتوں، نفس کی ترغیبات اور زمانہ کے اثرات کا مقابلہ کر سکے، اور اس میں خیرِ امت بننے کی صلاحیت ہو۔

ظاہر ہے کہ ایک ایسی امت کو جس کی زندگی کا اتنا بلند معیار ہو، ایک ایسے نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم کے حوالہ نہیں کیا جا سکتا، اور زمانہ کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا جس میں اس کی تکمیل کا نہ صرف یہ کہ سامان نہیں

بلکہ بعض اوقات وہ ان مقاصد سے متصادم ہے، اس کے لئے مسلمانوں کو ایسا ہی انتظام کرنا ہوگا جیسے ان کو اپنی نمازوں اور دینی فرائض کی ادائیگی کے لئے معابد و مساجد اور روح و جسم کے رشتہ کو برقرار رکھنے کے لئے ضروریاتِ زندگی کا انتظام کرنا پڑتا ہے، اور اس سلسلہ میں وہ کسی حکومت کی امداد کا انتظار نہیں کرتے، اس کے لئے ان کو مساجد میں وعظ و تلقین، گھروں میں اصلاح و تربیت اور مکتبوں اور مدرسوں میں دینی تعلیم کا انتظام کرنا ہوگا، اس کے لئے ان کو سارے ملک میں صباحی و شبینہ مکاتب کا ایک ایسا جال بچھا دینا ہوگا، جس سے کوئی قریہ اور کوئی محلہ محروم نہ رہے۔

اس سلسلہ میں قدرتاً تین کام اور ضروری ہیں: ایک ایسے نصاب کی ترتیب جو بچوں کی دینی ضروریات اور ضروری معلومات پر حاوی ہو، بہترین تعلیمی اصول اور تجربات اور بچوں کی نفسیات کے مطابق لکھا گیا ہو، اور مسلمانوں کی اکثریت کے لئے قابلِ قبول ہو، دوسری ضرورت اساتذہ کی فراہمی اور ان کی تربیت کی ہے، جو اس نصاب کو کامیابی، دلچسپی اور ذوق و خلوص کے ساتھ پڑھا سکیں، تیسرے اردو زبان کی تعلیم، جو دینی معلومات اور اسلامیات کے مطالعہ کا سب سے آسان ذریعہ ہے۔

حضرات!

قوموں کے اجتماعی فیصلوں نے دنیا کے نقشے اور قوموں کی تقدیریں بدل دی ہیں، آج جس چیز کی ہم کو سب سے زیادہ ضرورت ہے اور جو تمام موانع اور رکاوٹوں پر غالب آ سکتی ہے اور جس کے سامنے حالات کو سپر ڈالنی پڑے گی، وہ ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کی دینی تعلیم کو ہر تعلیم پر مقدم رکھیں گے اور بغیر اس ضروری دینی تعلیم کے جس سے وہ اپنے پیدا کرنے والے کو، اپنے پیغمبر کو، اور اپنے عقیدہ اور فرائضِ دینی کو پہچان سکیں، خالص رواجی یا معاشی تعلیم دلانا گناہ اور اپنے مذہب سے بغاوت سمجھیں گے، اگر ہمارا یہ فیصلہ ہے اور ہم اس میں سچے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت، کوئی ترغیب، کوئی مصلحت، کوئی تخریب ہم کو اس صراطِ مستقیم سے ہٹا نہیں سکتی اور ہماری نسلوں کو اسلام کی نعمت سے محروم نہیں کر سکتی، اور اگر ہمارا یہ فیصلہ نہیں تو حکومت کی کوئی رعایت، کوئی استثناء، کوئی تحفظ، کوئی انتظام، ہم کو اس فساد و الحاد اور اس انحراف و ارتداد سے بچا نہیں سکتا جس کی طرف دنیا تیزی سے بڑھ رہی ہے، جو قومیں اپنے بارہ میں خود فیصلہ نہ کر سکیں ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا، اور جو قومیں خود فیصلہ کر لیں ان کے فیصلہ کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

عام انسانی تاریخ اور خاص طور پر اسلامی تاریخ اس کے لئے شہادتیں فراہم کرتی ہے، اور قرآن مجید اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی کسی قوم کے حالات میں اس وقت تک تبدیلی نہیں فرماتا جب تک وہ قوم اپنے حالات میں خود تبدیلی نہ پیدا کرے۔

إِنَّ اللهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ (سورۃ الرعد-۱۱)

خدا اس نعمت کو جو کسی قوم کو (حاصل) ہے نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت کو نہ بدلے۔

حضرات! آزاد مکاتب و مدارس، صباحی و شبینہ حلقہائے تعلیم اور گھر [illegible] تعلیم و تربیت، اسلامی اصول و اخلاق کی پابندی، راست گوئی و راست روی اور تعلیمات نبوی سے واقفیت کے عمومی و مؤثر انتظام سے صرف ملت ہی کو فائدہ نہیں پہنچے گا [illegible]

[illegible]

حضرات! قوموں کے سیاسی و تعلیمی تغیرات، قوموں کے اجتماعی و باہمی تعلقات [illegible]

[illegible] اگر آپ نے اس کی شرطیں پوری کر دیں تو ہر مشکل آسان اور ہر عقدہ حل ہے۔

فقط یہی ہے زمانہ میں زندہ قوموں کا / کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں
کمالِ صدق و مروت ہے زندگی ان کی / معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں
خودی سے مردِ خود آگاہ کا جمال و جلال / کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں
حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے
ورائے عقل ہیں اہلِ جنوں کی تدبیریں

بقیہ صفحہ ۱۵

[illegible] مقبولیت اور تحسین کی نظر سے دیکھی جائے گی، طلباء کے لئے یہ کتاب خاص طور پر بہت مفید ہے۔

مولانا آزاد کا نظریہ صحافت

صحافت مولانا آزاد کی طبیعت ثانیہ تھی، انہوں نے اردو صحافت کو دوسری ترقی یافتہ زبانوں کے دوش بدوش کر دیا، ان کے نزدیک صحافی کی وہی قدر و قیمت تھی جو ادیب و عالم کی ہوتی ہے، ان کا نظریہ تھا کہ صحافت اگر اسی طرح دباؤ میں آئی تو نہ صرف ایک قوم بلکہ پوری انسانیت کا نقصان ہے، مولانا صحافت کو مثلِ صورِ اسرافیل مانتے تھے جس سے سوتے ہوئے لوگوں کو جگانا ہے کہ اس آواز کو فروخت کرنا اور جلبِ منفعت کرنا۔ ان کی اہم تحریروں کا یہ انتخاب ان کے نظریۂ صحافت پر تحقیق و تنقید کے نئے گوشوں کی نشاندہی کرے گا۔

انتخاب مدینہ بجنور:

"مدینہ" بجنور شہر کے محلہ مردھگان سے نکلنے والا اخبار تھا جو ابتداءً ہفتہ روزہ پھر سہ روزہ شائع ہوتا تھا، جنگِ آزادی میں ہراول دستے کے طور پر شمار کئے گئے اخبارات میں تھا، اور ادبی رنگ میں حریت پسندی کو ترویج و اشاعت میں "مدینہ" کا کردار نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، حکومت کے عتاب کا وقتاً فوقتاً یہ اخبار بھی نشانہ بنتا رہا، اس انتخاب سے جنگِ آزادی کی تاریخ نئی نسل کے سامنے آجاتی ہے۔

انتخاب زمیندار:

حریتِ کامل کے باب میں لاہور سے نکلنے والا اخبار "زمیندار" نے اپنے اداریے، مضامین اور خبروں سے ملک و قوم کی اس طرح رہنمائی کی جس سے جاں نثارانِ وطن کو نیا حوصلہ ملتا اور منزلِ آزادی قریب دکھائی دیتی تھی، ملک کے تمام گوشوں کی خبریں ہوتی تھیں کسی بھی گمنام علاقے، تھانے، قصبے کی ترتیبِ تاریخ آزادی میں اس کی فائل کا مطالعہ ناگزیر ہوگا، یہ انتخاب بھی اتر پردیش اردو اکاڈمی کے اس منصوبہ کا ثمرہ ہے جو اس نے جنگِ آزادی کے سلسلہ میں ۔۔۔ مرتب کیا ہے۔

سال جو گذر گیا

شمس الحق ندوی

۳۱ دسمبر ۱۹۹۱ء کو گھڑی کی سوئی رات کو ۱۲ بجا کر ایک دو سکنڈ ہی آگے بڑھی تھی کہ خوفناک دھماکوں کی آوازیں مسلسل سنائی دینے لگیں اور سونے والوں کو چونکانے اور جگانے لگیں، جو لوگ ان دھماکوں کے پس منظر سے بے خبر تھے ان کے دل دھڑک اٹھے کہ کہیں انسانوں نے انسانوں پر حملہ تو نہیں کر دیا ہے کہ آج کی متمدن اور پڑھی لکھی، جمہوریت و مساوات کے نعرے لگاتے نہ تھکنے والی دنیا کا یہی معمول بن گیا ہے کہ انسان انسانوں پر درندوں کی طرح حملہ آور ہو جاتے ہیں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں، کمزوروں اور نہتھوں کو کاٹنا اور ذبح کرنا شروع کر دیتے ہیں، گھروں اور دکانوں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیتے ہیں۔

جب یہ خیال آیا کہ نہیں یہ تو دسمبر کی آخری گھڑی اور جنوری کی پہلی تاریخ ہے، جانے والے سال کو الوداع اور آنے والے سال کو خوش آمدید کہا جا رہا ہے تو دلوں کی دھڑکن تھمی اور ڈرنے والوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ کہتے ہیں کہ یہ دھماکے خوشی کے تھے کہ ایک سال ختم اور دوسرا نیا سال شروع ہو رہا ہے، خوشی میں لوگ ناچ گانوں میں سرشار، پینے پلانے میں مست ہیں کہ صرف ایک شہر بمبئی میں پی کر مرنے والوں کی تعداد ایک سو سے اوپر بتائی گئی ہے، بے حیائی اور فحش کاری کے جو طوفان کلبوں اور ہوٹلوں میں اٹھے ہوں گے وہ تو آج کی متمدن دنیا میں کوئی شمار کی چیز ہی نہیں، اس لئے کہ یہی عین تمدن ہے، کچھ لوگوں کا نظریہ ہے کہ انسان حیوان تھا، ترقی کر کے انسان بنا ہے اب اگر وہ خوشی و مسرت میں بدمست ہو کر اپنی پہلی فطرت بلکہ بہیمیہ کو یاد کر کے وہی کرنے لگے تو اس میں مضائقہ ہی کیا، اور یہ عیب و [illegible] کی بات ہو تو پھر ان نادان دانائوں کی اصطلاح میں آزادی کے معنی ہی کیا رہ جائیں گے۔

یہ دھماکے کس خوشی میں تھے، کیا اس خیال و گمان میں کہ جانے والا سال سیلابوں اور زلزلوں کی آفتوں، قحط و خشک سالی کی مصیبتوں، دہشت گردی اور فرقہ وارانہ مار دھاڑ کی دردناک کہانیوں اور جنگوں کی تباہ کاریوں کے ساتھ گذر گیا، جو ہونا تھا ہو چکا، اس نئے سال میں انسان محفوظ و مامون ہو گیا، کیا نعوذ باللہ اس نئے سال میں وہ ان حدود سے باہر ہو گیا جن میں کوئی غیبی طاقت جزا و سزا کا فرمان جاری کرتی ہے۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں، اس غیبی طاقت کا یہ اعلان رہتی دنیا تک کے لئے ہے۔

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا ۚ لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ

"اے گروہِ جن و انس اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ اور زور کے سوا تو تم نکل سکنے ہی کے نہیں"

تعلیماتِ نبوی سے عاری یہ بھولا بھالا اور عقل سے کورا انسان اپنی عمر و تجربہ کے لاکھوں برس گذار دینے کے بعد ابھی صرف ایک سیارہ چاند تک بھی پوری طرح نہیں جا سکا ہے تو زمین و آسمان کی حدود سے باہر کیا جا سکے گا۔ انسان اس غیبی طاقت کے دائرۂ قدرت سے باہر نہیں جا سکتا، اس سے باہر جانے کے لئے بڑی قوت و طاقت کی ضرورت ہے اور وہ قوت و طاقت اس غیبی طاقت ہی کو حاصل ہے کسی اور دیوی دیوتا کو نہیں۔

انسان اپنے خیال و گمان کی دنیا میں کہاں کہاں بھٹکتا ہے، ٹھوکر کھاتا ہے، گرتا ہے پھر بھی سبق نہیں لیتا، کیا سال بھر پہلے انسان اس خوف و دہشت میں نہیں مبتلا تھا کہ دنیا کی دو بڑی طاقتوں میں اگر ٹکراؤ کی نوبت آگئی تو گولہ بارود کے دھماکے اور آتش گیر مادوں کی جنگ دنیا کو برباد کر کے رکھ دے گی۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ اس غیبی طاقت نے روزِ روشن کی [illegible] کو مع لاؤ لشکر کے زمین میں دھنساتا ہے، فرعون اور فرعونیوں کو ان کے عشرت کدوں سے نکال کر دریا میں ڈبوتا ہے، فحش کاری میں مبتلا قوم کی بستیوں کو پلٹتا اور ان پر پتھر برساتا ہے اور کسی قوم کو تیز آندھیوں کے جھکڑے اٹھا اٹھا کر پٹختا اور مارتا ہے اور اسی کا فرمان اب بھی جاری ہے اور

بے سان و گمان طریقہ پر ان دو بڑی طاقتوں میں سے ایک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے اور جو ایک دنیا کے ٹھیکیدار تھے اور اپنے ماتحت ملکوں کو بندروں کا ناچ نچاتے تھے ان کو کس طرح کاسۂ گدائی لے کر پھرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ دکھاتا اور بتاتا ہے کہ اس کے قانون کو چیلنج کر کے بنائے جانے والے قانون و ضابطے کس طرح ناکام و تباہ کن ہوتے ہیں۔ گو اس کی ڈھیل پر کچھ دنوں حسین و خوبصورت نظر آئیں اور اس کے تسلیم یا ایجاد کرنے والے: زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ

"اور شیطان نے ان کے اعمال انہیں آراستہ کر دکھائے ہیں۔"

جانے والے سال کے زلزلوں اور سمندری طوفانوں کی تباہ کاریوں، ریلوں، جہازوں، بسوں اور کاروں کے حوادث، قتل و غارتگری کے واقعات نے یہ کھلا ہوا سبق دیا کہ جب قانونِ فطرت کو توڑا جائے گا تو نتائج اسی طرح کے سامنے آئیں گے۔ اور وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ "اور اس کے بعد آخرت کا عذاب یقیناً سخت ہوگا۔"

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ گذرے ہوئے سال کے حوادث سے سبق لیا جاتا اور سوچا جاتا کہ اتنی ترقیوں کے باوجود یہ تباہ کاریاں کیوں ہیں؟ ... کیا اس میں وہی غیبی طاقت تو نہیں کام کر رہی ہے جس نے فرعون، ہامان، اور نمرود و قارون کو ہلاک کیا! تھا اور پھر اپنی زندگی میں تبدیلی لانے کی فکر کی جاتی! جس نظام اور تہذیب نے انسانوں کو انسانیت کے جامہ سے باہر کر دیا ہے اس کو بدلا جاتا۔ ہم دو بڑی طاقتوں میں سے ایک کے انجام کا ذکر اوپر کر چکے، اس کے اس انجام بد کے بعد کوئی سبق نہ لے کر دوسری بڑی طاقت اب تنہا پوری دنیا پر اپنی چودھراہٹ قائم کرنے کا خواب دیکھ رہی ہے۔ لیکن اس پر نظر کم کہ وہ اپنے اندرون کے معاملات میں کتنی بے بس ہے کہ جانے والے سال میں ۲۴ ہزار تو قتل کے واقعات ہوئے اور وہ اس پر قابو نہ پا سکی۔ باقی اور قصے الگ ہیں کہ کتنوں نے خودکشی کی، کتنے [illegible] رحمِ مادری میں موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے، یہ بات الگ رہی کہ وہاں کی معاشیات اب کیا نازک موڑ لے رہی ہیں، اور اس کے صدر اپنے تمام تر غرور و گھمنڈ کے باوجود سودا لئے پھر رہے ہیں اور خریدار کی تلاش میں بے ہوش ہو جاتے ہیں، یہ دونوں تو دنیا کے سب سے بڑے ماہر معاشیات تھے، ان کے اصولِ معاشیات تو اسلامی اصولِ معاشیات کو ناقص قرار دے رہے تھے پھر آخر یہ کس طاقت کی کارفرمائی ہے کہ بڑے بڑے ماہرینِ معاشیات یا بڑی بڑی ڈگری والے بیکار ہو گئے ہیں۔

جانے والا سال جو اثرات چھوڑ گیا ہے وہ خوشی و مسرت کا گیت گانے کے لئے نہیں بلکہ آنکھیں کھولنے کے لئے تھے کہ قانونِ فطرت کو توڑنے کے نتائج یہی نکلا کریں گے۔ لہٰذا اب انسان بنو! یہ ایک غیبی صدا ہے جو ہر ذی شعور کے کانوں میں بلا آواز کے گونجتی ہے کہ اگر نہیں سنبھلے تو پھر وہی ہوگا جو پہلے ہو چکا۔

إِنْ عُدْتُمْ عُدْنَا "اور اگر تم پھر وہی (حرکتیں) کرو گے تو ہم بھی وہی (پہلا سا سلوک) کریں گے۔"

گذرے ہوئے سال و صدیاں گواہ ہیں، زمانہ شاہد ہے، اس میں پیش آنے والے حوادث و واقعات شاہد ہیں کہ انسان سراسر نقصان و خسارہ میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔

وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

"عصر کی قسم کہ انسان نقصان میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔"

فکر و افسوس کی بات یہ ہے کہ ان لغویات میں وہ قوم بھی شامل ہو جاتی ہے جس کا اس بڑی طاقت پر ایمان ہے جو پورے نظامِ کائنات کو چلا رہی ہے، تنہا وہی اس کی مالک و خالق ہے، اس کو کسی کے تعاون و مدد کی ضرورت نہیں، نہ ہی اس کو اس نظام کو چلانے کے لئے کسی مؤتمر و کانفرنس کی ضرورت ہے، وہ حکیم بھی ہے اس لئے اس کی حکمت کے تحت اس عالمِ رنگ و بو میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے کہ یہ آب و خاک کا پتلا ہوشیار و بیدار ہو اور ان راہوں پر چلے جو اس طاقت نے اپنے رسول کے ذریعہ بتائے ہیں۔

لکھنؤ کے معروف عطریات
شمامۃ العنبر، عنبری حنا
مجموعہ وغیرہ

طلب فرمائیں
کارخانہ محمد سلیمان محمد یوسف
[illegible]
لکھنؤ

ملی کام کرنے والوں کے لئے ایک اصول

مولانا محمد رضوان القاسمی (ناظم دارالعلوم سبیل السلام حیدر آباد)

مشہور مصنف اور صاحب قلم جناب مالک رام کی ایک کتاب کچھ ابوالکلام آزاد کے بارے میں" سنہ ۱۹۸۹ء میں مکتبہ جامعہ دہلی سے طبع ہوئی ہے۔ یہ کتاب دراصل جناب مالک رام کے ان گیارہ مضامین کا مجموعہ ہے جنہیں انہوں نے مختلف اوقات اور حالات میں مولانا آزاد سے متعلق لکھے ہیں۔ کتاب (صفحات ۲۲۴) معیاری دل آویز اور معلومات افزا ہے۔ کتاب کے شروع میں "پیش گفتار" کے عنوان سے ابتدائیہ ہے، جس میں جناب مالک رام نے مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء سے ۱۹۵۸ء تک) سے اپنے روابط و تعلقات کی کہانی بڑے دل چسپ انداز میں بیان کی ہے۔ اس میں انہوں نے ایک جگہ اپنے کراچی کے سفر کی روئیداد لکھتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہاں ایک ملاقات میں مشہور صاحب قلم اور شاعر...... نے اپنا ماہنامہ "شمارہ مئی سنہ ۱۹۵۱ء" حوالہ کرتے ہوئے کہا کہ "اس میں ایک مضمون خاص طور پر آپ کے دیکھنے کا ہے"۔ جناب مالک رام نے جب اسے دیکھا تو اس میں ایک مضمون "پردہ اٹھتا ہے" کے عنوان سے تھا، اور دراصل اسی مضمون کی طرف ماہنامہ... کے مدیر صاحب مالک رام صاحب کی توجہ مبذول کرانا چاہتے تھے۔ اس مضمون میں مولانا آزاد کے وطن، تعلیم، خاندان اور اسفار وغیرہ کے بارے میں سخت معاندانہ تنقید تھی۔ جب جناب مالک رام کراچی سے دہلی واپس ہوئے تو ایک دن مولانا آزاد کی خدمت میں آئے اور گفتگو کے دوران میں اس مضمون کا ذکر کیا اور یہ کہا کہ "مجھے کچھ معلومات درکار ہیں، کیوں کہ آپ کے خلاف لکھے ہوئے اس مضمون کا میں جواب دینا چاہتا ہوں"۔ جناب مالک رام کی اس خواہش کے جواب میں مولانا آزاد نے جو کچھ فرمایا، اس کے بارے میں جناب مالک رام کا تاثر ہے کہ "وہ میری زندگی کے لئے رہنما اصول بن گیا"۔

مولانا نے جواب لکھنے سے سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

"کیا آپ کے پاس کرنے کو کوئی اور کام نہیں کہ آپ کو لوگوں کے اعتراضات کا جواب لکھنے کی سوجھی ہے۔ یہ بالکل فضول اور بے کار کام ہے، اگر معترض نے کوئی صحیح بات لکھی ہے تو اپنی اصلاح کر لیجئے، اگر غلط لکھا ہے تو اس سے درگذر کیجئے۔ اس سے آپ کا کچھ نہیں بگڑے گا اور تلخی میں اضافہ نہیں ہوگا۔ اس سے جو وقت بچے گا اس میں کوئی اور مفید کام کیجئے" (صفحہ ۱۴)

اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا آزاد کی یہ بات ان کی بڑائی اور عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جو لوگ اپنی زندگی کا ٹھوس مقصد اپنے سامنے رکھتے ہیں وہ غیر ضروری طور پر ہر شخص سے الجھتے نہیں اور نہ ہی ہر مخالفت اور اعتراض کی طرف متوجہ ہو کر اپنے "وقت عزیز" کو ضائع کرتے ہیں۔ ایسے لوگ اعلیٰ ظرفی، بلند حوصلگی، کشادہ دلی، عفو و درگذر اور تحمل و بردباری کے اعتبار سے قابل تقلید نمونہ ہوتے ہیں۔ اور آنے والی نسلوں کے لئے ایک تاریخ بناتے ہیں۔ بس ان کا کام اپنی متعین کردہ منزل کو پانا اور گوہر مقصود کو حاصل کرنا ہوتا ہے وہ اقبال کے اس فلسفہ کے رازداں ہوتے ہیں کہ

تندیٔ باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

مولانا آزاد کی بات میں جو حقیقت اور سچائی پنہاں ہے اس کو سمجھنے کے لئے ایک مثال سرسید احمد خاں (۱۸۱۷ء۔۱۸۹۸ء) کی بھی لیجئے۔ ماضی قریب کے اکابر میں یا بھی لگن اور دھن کے اعتبار سے بڑے پختہ تھے معاصرانہ چشمک، رقابت، عداوت اور مخالفت، کوئی چیز بھی انہیں اپنے رخ اور سمت سے نہ پھیر سکی نہ موڑ سکی۔ وہ ہمیشہ بھرپور عزم و حوصلہ کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہے۔ وہ انتہا ہر مخالفت کے وقت کمال استغنا کا جوہر دکھاتے رہے اور اپنے کام میں مشغول و منہمک رہے۔ ان کی مغربی تہذیب سے حد درجہ دلچسپی پر اکبر الہ آبادی نے بھرپور تنقید کی لیکن ان کے اس انہماک اور مقصد سے عشق و لگن ہی کو دیکھ کر وہ بھی یہ کہنے پر مجبور رہے کہ ؏

تمہاری باتیں ہی باتیں ہیں اور سید کام کرتا تھا

اس سلسلہ میں مولانا خواجہ الطاف حسین حالی (۱۸۳۷ء۔۱۹۱۴ء) نے لکھا ہے

"جب رفیق ہند میں سرسید کے خلاف نہایت سخت سخت آرٹیکل شائع ہونے لگے اور منشی سراج الدین ایڈیٹر سرمور گزٹ نے اس کا جواب لکھنے پر قلم اٹھایا تو سرسید نے ان کو لکھا کہ "میں نے آپ کا اخبار ۸ر جنوری پڑھا۔ بلاشبہ میں آپ کی محبت کا جو آپ کو مجھ ناچیز سے ہے، ممنون اور احسان مند ہوں اور آپ کو اس تحریر کی نسبت جو اس پرچہ میں ہے، بوجہ جوش محبت معذور سمجھتا ہوں۔ مگر جانے دو، جو جس کا دل چاہے کہے، ہمارا کیا بگڑتا ہے؟ اگر ہمارے برا کہنے سے ان کا دل خوش ہوتا ہے خوش کر لینے دو تم بھی اس برا کہنے سے خوش ہو کیونکہ وہ ہمارے دھوبی ہیں ہم کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں۔ تم میرے ساتھ محبت رکھتے ہو اور اس کا بھی تم کو یقین ہے کہ جو لوگ میری نسبت عیب لگاتے ہیں، وہ مجھ میں نہیں ہیں تو تمہارے خوش رہنے کے لئے اور مجھ کو خدا کا شکر کرنے کے لئے کہ وہ عیب اس شخص میں جس کو تم دوست رکھتے ہو نہیں ہے، کافی ہے۔ اس سے زیادہ کیا خوشی کی بات ہے۔ بس برا کہنے والوں کی بری بات کا بھی نیک پہلو نکالو اور خوش رہو، خدا تم کو ہمیشہ خوش رکھے۔" (حیات جاوید صفحہ ۵۲۷)

جب منشی سراج الدین نے اس کا جواب لکھا تو پھر سرسید نے ان کو اسی مضمون کے متعلق دوسرا خط لکھا اس میں لکھتے ہیں۔

"ہم کو خدا نے دنیا میں اس لئے پیدا کیا ہے کہ سب کی بھلائی چاہیں، برا کرنے والے کی برائی سے ہمارا کیا کام ہے؟ ہم کو اپنا دل، اپنا کام، اپنی زبان بھلی رکھنی چاہئے، برائی کرنے والوں پر افسوس کرنا چاہئے، اس سے زیادہ کچھ کرنا خود اپنے آپ کو بھی ویسا ہی کرنا ہے، جو لوگ برا کہنے والے ہیں اس کی نسبت ہم کو صبر و تحمل چاہئے۔ اگر وہ برائی ہم میں ہو تو اس کے دور کرنے میں کوشش لازم ہے اگر نہیں تو خدا کا شکر کرنا چاہئے کہ وہ برائی ہم میں نہیں ہے۔ برا کہنے والے کی نسبت خیال ہی نہیں کرنا چاہئے کہ کون ہے؟ دنیا میں بھلے ہیں یا نہیں بس یہی آرام و آسائش کا طریقہ ہے۔ اگر تم بھی چاہتے ہو کہ دنیا میں آرام سے رہو یہی طریقہ اختیار کرو...... خدا کی دنیا میں بہت مختلف اقسام کی خلقت ہے، ہر ایک کام کرتا ہے، تم اپنا کام کرو، مگر جان لو کہ تمہارا کیا کام ہے؟ نیکی، بھلائی اور اپنے کام سے مطلب، دوسرے کے کام سے کچھ غرض نہیں۔" (حیات جاوید صفحہ ۵۳۰)

واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں جینے کا سلیقہ اور خوش رہنے کا گر یہی ہے کہ اپنے کام سے کام رکھا جائے، بیجا جانب سے کسی کے بے جا تنقید ہو اور نہ خواہ مخواہ کی مخالفت۔ اگر کوئی اس طرح کا تیر برسائے تو عفو و درگذر اور صبر و تحمل کو سپر بنا کر اسے روک لیا جائے، اور واقعتہً اپنے اندر کچھ خامی اور عیب ہو تو اسے دور کر لیا جائے، اور سفر منزل کی طرف جاری رکھا جائے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (پیدائش ۱۹۱۴ء) نے ایک موقعہ پر ایک ادارہ کے ذمہ داروں کو مخاطب کرتے ہوئے صحیح فرمایا تھا کہ آپ اعتراض، مخالفت اور تنقید سے گھبرائیے نہیں، صحیح اصول اور نہج پر دیانت داری اور فرض شناسی سے اپنا کام کرتے رہیں، اس سے آپ کا دل مطمئن رہے گا اور دل کا اطمینان انسان کے لئے بہت کافی ہے۔ آپ مخالفت کو اپنے لئے منی آرڈر کی واپسی رسید سمجھیں یعنی جو پیغام آپ لوگوں تک پہونچانا چاہتے تھے وہ پہونچ چکا اور آپ کامیاب ہو گئے۔"

مولانا علی میاں مدظلہ نے دل کے جس اطمینان کا تذکرہ کیا ہے، دراصل یہی وہ اطمینان تھا، جس کی وجہ سے امام ابن تیمیہؒ (۶۶۱ھ۔۷۲۸ھ) اپنے مخالفین اور معترضین کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ میرا کیا بگاڑیں گے کیوں کہ میری جنت میرے سینہ میں ہے۔ اگر شہر بدر کر دیں گے تو میرے لئے "سیاحت" ہے قید کر دیں تو "خلوت" ہے اور قتل کر دیں تو "شہادت" ہے اور یہ تینوں چیزیں میرے لئے باعث رحمت ہیں، اور ہر حال میں مجھے میرا مدعا اور مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔" چنانچہ ان کے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کے اس آہنی عزم اور اطمینان قلبی کے سامنے بڑی سے بڑی رکاوٹ اور فتنہ انہیں اپنے راستے سے روک نہیں سکتا تھا، جب انہیں قید کیا گیا اور لکھنے کے لئے ان کی خواہش کے مطابق ادوات قلم فراہم نہیں کئے گئے تو جیل کی دیواروں پر کوئلے سے لکھنا شروع کیا اور انجام کار کے اعتبار سے ان کی ان دیواروں کی تحریروں سے ان کے شاگرد عزیز امام ابن قیمؒ (۶۹۱ھ۔۷۵۱ھ) کی مدد سے کئی کتابیں تیار ہوئیں مگر کبھی کسی موقعہ پر اپنے مخالفین و معترضین سے ہار نہیں مانی اور اپنا علمی و مقصدی سفر ہر حال میں جاری رکھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی طرح کے اشتعال کے وقت جذبات کو قابو میں رکھنا بڑا مشکل کام ہے۔

اسی لئے بعض حالات میں اسلام نے فطرت بشری کا لحاظ کرتے ہوئے "انتقام" کی اجازت دی ہے (النحل ۱۲۶) مگر ایسے موقعہ پر "انتقام" کو حدود کے اندر رکھنے کی خاص ہدایت کی گئی ہے اسے اصطلاح سلوک میں "رخصت" کہتے ہیں، مگر مقام عزیمت اور مقام بلند صبر و تحمل اور عفو و درگذر ہے، سورہ آل عمران (آیت ۱۳۴) میں اہل ایمان کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

"یہ وہ لوگ ہیں جو فراغت اور تنگی (دونوں) میں خرچ کرتے ہیں، اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں سے درگذر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" (سورہ لقمان آیت ۱۷)

سورہ لقمان (آیت ۱۷) میں ہدایت ہے۔ "اور جو کچھ پیش آئے اس پر صبر کیا کرو، بیشک یہ (صبر) ہمت کے کاموں میں سے ہے۔"

سورہ مزمل (آیت ۱۰) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

"اور ان باتوں پر صبر کئے رہئے جو یہ لوگ کہتے رہتے ہیں اور ان سے خوب صورتی کے ساتھ الگ ہو جائیے۔"

سورہ اعراف (آیت ۱۹۹) میں ہے۔

"درگذر اختیار کیجئے اور نیک کام کرنے کا حکم دیتے رہئے اور جاہلوں (اور نادانوں) سے کنارہ کش ہو جایا کیجئے۔"

سورہ فرقان (آیت ۶۳) میں رحمان کے خاص بندوں کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ

"جب ان سے جہالت والے لوگ بات چیت کرتے ہیں تو وہ (بات کو پی جاتے ہوئے ختم کرنے کی نیت سے نہیں بڑھاتے ہوئے) کہتے ہیں خیر!"

سورہ حم السجدہ (آیت ۳۵،۳۴) میں ارشاد ہے۔

"اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، آپ نیکی سے (بدی کو) ٹال دیا کیجئے تو پھر یہ ہوگا کہ جس شخص میں اور آپ میں عداوت ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے۔ اور یہ بات انہیں لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے رہتے ہیں اور اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑا صاحب نصیب ہوتا ہے۔"

حکایات لقمان میں ایک حکایت لکھی ہے کہ

"ایک مچھر بیل کے سینگ پر آ بیٹھا اور یہ سمجھ کر کہ بیل پر میرا بوجھ پڑا ہوگا اس سے کہا کہ اگر میرا بوجھ تجھ پر شاق گذرا ہو تو کہہ دے تاکہ میں اڑ جاؤں، بیل نے کہا اے نادان! مجھے تو یہ خبر بھی نہیں کہ تو مجھ پر بیٹھا بھی ہے یا نہیں، چہ جائیکہ تیرے بیٹھنے سے مجھ کو کچھ تکلیف ہوئی ہو۔"

بعینہ یہی حال لوگوں کی برائی، تنقید اور مخالفت کے مقابلہ میں ان لوگوں کے تحمل، حوصلہ، عزم اور عفو و درگذر کا ہے، جو اصحاب عزیمت ہیں، اور تاریخ کے صفحات جن کے اخلاق، کردار، کارنامے اور نقوش سے جگمگا رہے ہیں۔ مثل مشہور ہے۔ "الھموم بقدر الھمم" یعنی جس قدر ہمتیں عالی ہوتی ہیں، اسی قدر رنج و غم زیادہ ہوتے ہیں"۔ اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں ؏ جنکے رتبے ہیں سوا، ان کو سوا مشکل ہے اس لئے ایسے ارباب ہمت اور اصحاب عزیمت کو یہ پیغام دیا جا سکتا ہے کہ وہ کسی کی تنقید یا اعتراض سے بددل نہ ہوں اور نہ ہی جاھی زندگی سے فرار اور گریز کی راہ اختیار کریں، بلکہ اپنے کام سے کام رکھیں آگے بڑھتے رہیں، اور اسی طرف توجہ دیں کہ ؏ بخشش دو اگر خطا کرے کوئی

اے میری امت!

ترجمہ
ڈاکٹر طفیل احمد مدنی

از: عمر ابو ریشہ

میری امت بتا میری امت بتا

کیا جگہ ہے تری کوئی بین الامم ۔۔۔ تیغ کے واسطے یا برائے قلم
تجھ سے ملتا ہوں نظریں جھکائے ہوئے ۔۔۔ تیرے گزرے زمانے پہ میں شرم سے
ہے قریب اشک بہنے لگیں کرب سے ۔۔۔ شدت رنج و اندوہ کی ضرب سے
کیا ہوئیں اس جہاں میں تیری عظمتیں ۔۔۔ جن سے ملتی تھیں مجھکو دلی راحتیں
عظمتوں کی اسی گونج میں میں چلا ۔۔۔ عزت و فخر کی منزلوں میں پھرا
وہ خوشی تھی کہ گویا میں چادر کشاں ۔۔۔ چل رہا ہوں فضا میں سر کہکشاں

میری امت بتا میری امت بتا

کتنے خونبار غم ہیں کہ جن کے سبب ۔۔۔ رہ گئی گھٹ کے تیری بلندی کی چھب
کون سا زخم دل ہے ابھی تک ہرا ۔۔۔ جو علاج سے بچ کر نہ اچھا ہوا
اب یہودی تو لہرا رہے ہیں علم ۔۔۔ مہد اسلام میں زیر ظل حرم
ایسی ذلت پہ تو چپ رہی کیوں بتا ۔۔۔ لے سکی ان سے بدلہ نہ دی کچھ سزا
غمزدوں کی صلائیں کے خوشیاں منا ۔۔۔ دیکھ آنسو یتیموں کے اور مسکرا
چھوڑ شاہوں کو ان کی خرافات میں ۔۔۔ مر مٹیں گے جو تضییع اوقات میں
کتنی بے باپ کی بچیاں چیخ اٹھیں ۔۔۔ کہہ کے وامعتصم معتصم رد پر جس
یہ صدائیں تو کانوں تک ان کے گئیں ۔۔۔ ان کی نخوت کو لیکن نہ وہ چھو سکیں

میری امت بتا میری امت بتا

تو نے وہ بت کئے لا کے یکجا بہم ۔۔۔ جو نہیں حامل حسن و رنگ صنم
کیوں برا بھیڑیے کو کہیں کچھ بھی ہم ۔۔۔ جبکہ راعی ہو خود ہی عدو غنم

چھوڑ شکوے، نہ ہوتی تو ایسی اگر
تیرے حاکم نہ ہوتے غلامان زر

عبرت کی دعوت

سید حسن عسکری طارق قادری (مدینہ منورہ)

اشتراکیت کا سب سے اونچا صنم منہدم ہوگیا (RED IS DEAD) اور (SOVIET LOST IN PAST) اور اسی طرح کے فقرے آئے دن اخبارات میں نظر سے گزرتے رہتے، کچھ لوگ اس کی تباہی کو دنیا کی سلامتی کے لئے فال نیک سمجھ رہے ہیں، دو بڑی طاقتوں کے درمیان سرد جنگ کا جو سلسلہ برسہا برس سے چل رہا تھا۔ اور خطرہ تھا کہ کب یہ سرد گرمی میں بدل جائے کیمیاوی بم کب اور کہاں آگ اگلنے لگیں۔ اس کا خطرہ ٹل گیا۔ اب امریکہ کی غلامی میں پختہ کاری تمام ممالک کا مقدر بن گیا۔ طوعاً یا کرہاً۔ رضامندی کے ساتھ اس کو قبول کریں یا نارضامندی کے ساتھ ایک شیطان نڈھال ہو کر گرا۔ دوسرا شیطان طاقتور بن کر ابھرا۔ گاؤ آمد و خر رفت۔

روس یا روسیت فنا ہوئی تو اس میں مسلمانوں کے زور بازو کا کوئی دخل نہیں اور آج جو طاقت "انا ولا غیری" کا اعلان کر رہی ہے وہ بھی کوئی انسان دوست نہیں ہے اسلام اور مسلمانوں کے لئے کسی گوشۂ نرم (SOFT-CORNER) کا سوال کیا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ اشتراکیت بھی یہودی دماغ کا شاخسانہ تھا۔ اور امریکی سیاست کو بھی زندگی کا خون، یہودی طاقت سے ملتا ہے، دنیا کی معیشت بحوالہ انشورنس کا سارا نظام، ذرائع ابلاغ ذرائع مواصلات پر بھی مغضوب علیہ قوم چھائی ہوئی ہے۔ حکمرانوں کے نام مختلف ہوں گے، مگر یہودی جتھہ کے ہاتھ اس کی لگام ہوگی۔ الیکشنوں میں بھی طاقت پاسنگ کا کام کرتی ہے لہٰذا جس کو بھی وہائٹ ہاؤس کی کرسی کی تمنا ہو پہلے ان کو خوش کرے اور اپنے پورے دور حکومت میں اسی کے اشارے پر ناچنا ہے۔

آج اشتراکیت کو زوال آیا ہے، مگر اشتراکی ذہن زندہ ہے، سانپ مر چکا ہے مگر اس کا سر ابھی کچلا نہیں گیا ہے، جس طرح سیلاب گذر جانے کے بعد نشیبی زمینوں میں پانی جم جاتا ہے کیچڑ، شراند اور بدبو سے سڑکیں عرصے تک آلودہ رہتی ہیں۔ اسی طرح ابھی کچھ عرصے تک کچھ کیڑے مکوڑے، گھونگھے، زہریلے بچھو رہیں گے، اور پھر سر اٹھانے کی کوشش کریں گے۔ اور تعجب نہیں کہ بھیس بدل کر پھر سامنے آجائیں مسلمانوں کی حیثیت کل بھی تماشائی کی تھی اور آج بھی ہے۔

اس معرکہ شکست و ریخت میں مسلمانوں کے لئے سبق لینے۔ بلکہ ہوش میں آنے کے کئی پہلو ہیں، یہ تو واقعہ ہے کہ ان تمام ڈراموں میں "یہودی دماغ" سے زیادہ نمایاں لیکن کیا یہ نہیں دیکھ سکتے کہ دنیا بھر کے یہودی تعداد میں مسلمانوں کے ایک چوتھائی بھی نہیں ہیں۔ اور امریکہ میں بھی ان کی تعداد ایک حقیر اقلیت ہے۔ مگر اپنا وزن اتنا رکھتے ہیں کہ امریکہ کا کوئی صدر خواہ کسی پارٹی یا عیسائیوں کے کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو، ان کی مرضی کے خلاف دم نہیں مار سکتا، اور دنیا بھر میں ان کی بنائی ہوئی یا بگاڑی ہوئی خبریں نشر ہوتی ہیں۔ وہ رائی کا پہاڑ بنا سکتے ہیں، بلکہ بناتے رہتے ہیں، اور پہاڑ کو رائی دکھا سکتے ہیں اور دکھاتے رہتے ہیں بلکہ رائی کا پہاڑ بھی بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں مسلمانوں کو جو سچائی پر چلنا چاہتے ہیں اور امن و سلامتی جن کا شعار ہے ان کو "بنیاد پرست" بنا کر اس طرح دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں، گویا مسلم بنیاد پرستی، بدامنی، بداخلاقی، اور انارکی کی ذمہ دار ہے، شرافت اور اخلاق امن و سلامتی کے اصول پر چلنے والے بنیاد پرست ہیں اور مہذب لٹیروں اور متمدن ڈاکوؤں کے لئے سب سے بڑا خطرہ۔

مسلمانوں میں ایک ایک دانشور، سائنسداں، مفکر، صحافی اور معالج (ڈاکٹر) اور سرجن ایسے ہیں جن کی عالمی شہرت ہے۔ دولت کے اعتبار سے دنیا کا تمام مال سب سے زیادہ [illegible] ان ممالک میں زیادہ ہے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں اور حکمراں ہیں، پھر کسی چیز نے ان کو اس درجہ کمزور اور بے حیثیت کر رکھا ہے کہ دنیا کی قوموں میں ان کا کوئی وزن ہے اور نہ خود اپنے ملکوں میں یہ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے۔

اس کا ایک بہت ہی واضح سبب ہے کہ یہ ٹولیوں اور جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں وحدت دین ہے وحدت قرآن ہے، مگر وحدت کلمہ نہیں ہے، ان ممالک میں بھی الیکشنوں کے مواقع پر "پاسنگ" کا کام نہیں کر سکتے ہیں جہاں وہاں ان کی یہ حیثیت ہے۔

عالمی قیادت تو دور کی چیز ہے ایک ملک بھی ایسا نہیں ہے جس کے مسلم باشندے کسی قیادت سے وابستہ ہوں، فرقہ بندی اس خطرناک حد تک سرگرم عمل ہے کہ ایک فرقہ دوسرے کو اپنے زمرہ سے خارج کر رہا ہے، پھر کوئی فرقہ بھی ایسا نہیں ہے جس کے اندر چھوٹے چھوٹے گروپ (پاکٹس) نہ ہوں اگر کسی نے دو حرف لکھنے کا ہنر حاصل کر لیا وہ اگلوں پچھلوں اور معاصرین کو حقیر سمجھتا ہے اور ان پر تنقید ہی نہیں، بلکہ تفضیل کو مسی کارنامہ سمجھتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور مسلمان اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے کا علم صرف تلاوت تک محدود نہ رکھتے تو دنیا کا جغرافیہ وہ بناتے، تقدیر امم کا فیصلہ وہ کرتے۔ اور فیضان سماوی سے محروم اقوام کے تابع مہمل بن کر نہ رہتے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

....وہ مرد فقیر اولی

مولانا عبد الحیٔ صاحب کے ہر درس میں دو چار اہل تشیع ہر روز توبہ کر کے اہل سنت والجماعت میں داخل ہو جاتے، اس اطلاع سے تاج الدین حسین خاں اور سبحان علی خاں کمبوہ کو بڑی فکر پیدا ہوئی، انھوں نے نواب معتمد الدولہ سے اس کی شکایت کی، نواب صاحب نے چوبدار بھیج کر سید صاحبؒ سے کہلوایا کہ وعظ و نصیحت میں کوئی حرج نہیں، یہاں حکومت اہل تشیع کی ہے تبدیلی مذہب سے فساد کا اندیشہ ہے، سید صاحبؒ نے جواب دیا کہ ہم کلمۂ حق بیان کرتے ہیں، جو طالب حق آئے گا اور متاثر ہوگا، ہم اس کو ہرگز نہ روکیں گے، ہم آپ کے حکم کی تعمیل سے قاصر ہیں، نواب معتمد الدولہ نے دوبارہ پیغام بھیجا اور کہا کہ ایسی صورت حال میں اگر کوئی نقصان پہنچا تو ہم پر ذمہ داری نہیں، سید صاحبؒ نے اس کا بھی کوئی اثر نہیں لیا آخر میں نواب صاحب نے فقیر محمد خاں رسالہ دار سے کہا کہ: "سید صاحب تمہارے پیر و مرشد بھی ہیں، اور آشنا بھی، ہماری طرف سے تم جا کر سمجھاؤ کہ حاکم وقت کا مقابلہ اچھا نہیں اگر شاہ پیر محمد صاحبؒ کے ٹیلے کے گرد دو چار توپیں لگا کر اڑا دے تو آپ کیا کر سکتے ہیں"؟

فقیر محمد خاں صاحب نے یہ پیغام پہنچا دیا، آپ نے فرمایا: "فقیر محمد خاں، تم مجھ سے مدت سے واقف ہو اور میرے حالات کو خوب جانتے ہو، یہ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا کہ کلمۃ الخیر کہنے سے باز رہوں، معتمد الدولہ دو چار توپوں سے کیا ڈراتے ہیں؟ اگر سو توپیں لگا دیں گے تو کیا پرواہ؟ خدا میرا مددگار ہے اللہ کے نقصان پہنچانے سے کچھ نہ ہوگا۔"

فقیر محمد خاں کے واسطے سے آپ کے اور معتمد الدولہ کے درمیان کئی روز تک گفتگو رہی لشکر میں جو لوگ آپ کے مرید تھے، انھوں نے سنا اور سب نے خفیہ کہلا بھیجا "حضرت ہم لوگ تیار ہیں، جو ارشاد ہو، بجا لائیں، آپ کسی بات کا اندیشہ نہ فرمائیں۔" آپ نے کہلا بھیجا: "تم خاطر جمع رکھو، اللہ تعالیٰ کافی ہے، کچھ فتنہ و فساد نہ ہوگا۔"

آخر میں فقیر محمد خاں نے سید صاحبؒ کا پیغام معتمد الدولہ کو پہنچا دیا اور یہ کہا کہ سید صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ منع کرنے کا طریقہ اور تھا، اگر یہ کہا جاتا کہ تم ہماری رعیت ہو، ہمارے شہر سے چلے جاؤ، اس میں ہمیں کچھ عذر حیلہ نہ تھا، لیکن کلمۃ الخیر لوگوں کو تعلیم نہ کرو، یہ بات اہل اسلام کے خلاف ہے، خدا کا طالب سنی ہو یا شیعہ، جو ہمارے یہاں آئے گا، ہم اس کو سکھائیں گے یہ بھی فرمایا کہ تم نواب معتمد الدولہ کے نوکر ہو اور میرے مرید، تم کو میری طرف سے اجازت ہے کہ فساد کے وقت تم میرے ساتھ نہ ہو، انھیں کی طرف ہو یا کسی کی طرف نہ ہو، الگ رہو۔

یہ تمام گفتگو سن کر نواب معتمد الدولہ نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے سید صاحبؒ اور ان کے علماء بڑے حقانی اور خاندانی لوگ ہیں، فقیر محمد خاں نے اس وقت سید صاحبؒ کے آباء و اجداد کے فضائل و کمالات بیان کئے اور مولانا عبد الحیٔ صاحبؒ اور مولانا اسمٰعیل صاحبؒ کے بزرگوں کے اوصاف و اخلاق کا تذکرہ کیا، نواب معتمد الدولہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور کہا کہ ہم ان کی دعوت کرنی چاہیئے، لیکن ان کے لوگ ہمارے یہاں ہتھیار باندھ کر نہ آئیں، خاں صاحب نے کہا: "کیا مضائقہ ہے؟ کوئی ہتھیار لے کر نہ آئے گا اگر لائیں گے، تو باہر ڈیوڑھی پر رکھوا دیں گے۔"

فقیر محمد خاں سید صاحبؒ کے پاس آئے، دعوت کا پیام لائے، آپ نے یہ سن کر تبسم کیا اور فرمایا کہ، "دعوت کا تکلف کرنا کیا ضرور ہے؟" انھوں نے کہا کہ: اب تو آپ قبول کر لیں" فرمایا بہتر چلیں گے۔"

(سیرت سید احمد شہید)
حصہ دوم

عورتوں کے خلاف جرائم میں ہندی ریاستیں سب سے آگے

گذشتہ چند برسوں سے ممبران پارلیمنٹ نے یہ عادت بنالی ہے کہ وہ ہر اجلاس میں کئی مرتبہ فرقہ وارانہ فسادات، عورتوں کے خلاف جرائم اور عورتوں کی خودسوزی جیسے معاملات پر سوالات کرتے ہیں اور حکومت کی طرف سے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ان سوالات کے جواب میں فرقہ وارانہ فسادات میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد بتادی جاتی ہے اور عورتوں کے خلاف جرائم کے اعداد و شمار پیش کر دیئے جاتے ہیں۔ ان سوالات و جوابات کے بعد معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔ اخبارات نے بھی اس قسم کے سوال و جواب کو اہمیت دینا بند کر دیا ہے اور وہ اس قسم کی خبروں کو بہت مختصر اور اخبار کے اندرونی صفحات کے کسی کونے میں ڈال دیتے ہیں۔

فرقہ وارانہ فسادات اور عورتوں کے خلاف جرائم سے متعلق اعداد و شمار میں ممبران پارلیمنٹ کی دلچسپی کی کوئی وضاحت حاصل نہیں ہو سکی ہے۔ اگر ممبران پارلیمنٹ کو اس قسم کے اعداد و شمار میں دلچسپی صرف اعداد و شمار کی حد تک ہے تو ان کا سوال پوچھنا اور اس کا جواب سننے کے بعد خاموش رہنا ٹھیک ہے لیکن اگر وہ ان اعداد و شمار میں اس لئے دلچسپی لیتے ہیں کہ ان کے ذریعہ سماج کے کمزور اور مظلوم طبقوں کی حالت کو قوم کے سامنے لائیں تو پھر ان اعداد و شمار کی بنیاد پر ممبران پارلیمنٹ کو صورت حال کی اصلاح کے لئے پارلیمنٹ کے اندر اور باہر کوئی تحریک شروع کرنی چاہیئے۔ ممبران پارلیمنٹ عوامی نمائندہ ہوتے ہیں اور ان کو ایسے تمام مسائل پر قوم کی توجہ مبذول کرانی چاہیئے جو سماج کو اندر ہی اندر دیمک کی طرح کھا رہے ہیں اور جن کا حل قوم کی مجموعی حالت بہتر بنانے کے لئے جلد تلاش کرنا بہت ضروری ہے۔

گذشتہ ہفتہ ختم ہونے والے لوک سبھا کے سرمائی اجلاس کے دوران کئی مرتبہ فرقہ وارانہ فسادات اور عورتوں کے خلاف جرائم کے سلسلہ میں کئی مرتبہ سوالات کئے گئے، ان سوالات کے مختصر جواب اخبارات میں شائع کر دیئے گئے لیکن اجلاس کے آخری ہفتہ میں عورتوں کے خلاف جرائم سے متعلق ایک سوال کا جواب انگریزی روزنامہ انڈین ایکسپریس نے ایکسپریس نیوز سروس کے حوالہ سے تفصیلی طور پر شائع کیا ہے کیونکہ اس جواب میں ہندوستان میں عورتوں کے خلاف جرائم کے بارے میں چونکا دینے والی صورت حال سامنے آئی ہے۔ اخبار نے عورتوں کے خلاف کئے جانے والے جرائم کی تفصیلات کا تجزیہ کرتے ہوئے انکشاف کیا ہے کہ عورتوں کے خلاف جرائم کے بارے میں ہندی ریاستیں یو پی، راجستھان اور مدھیہ پردیش دوسری تمام ریاستوں سے بہت آگے ہیں۔ غیر ہندی ریاستوں میں صرف مہاراشٹر ایک ایسی ریاست ہے جو اس معاملہ میں ہندی ریاستوں کے قریب ہے

مرکز کے زیر انتظام علاقوں میں دہلی عورتوں کے خلاف جرائم کے معاملہ میں سب سے آگے ہے۔ یہ علاقہ بھی ہندی علاقہ کا حصہ ہے۔ پارلیمنٹ میں دیئے گئے سوال کے جواب میں عورتوں کے خلاف جرائم کے بارے میں دی گئی تفصیل کے مطابق مدھیہ پردیش میں گذشتہ سال ۳۹۷ جہیزی اموات واقع ہوئیں۔ عصمت دری کے ۲۳۰۲ واقعات پیش آئے۔ دست درازی کے ۶۳۰۰ مقدمات درج کئے گئے اور ۱۷۱۲ عورتوں کا اغوا کیا گیا۔ اس طرح مدھیہ پردیش میں عورتوں کے خلاف جرائم کے واقعات کی تعداد ایک سال میں ۱۰۲۱۰ ہوتی ہے جو تمام ملک میں سب سے زیادہ ہے۔ یو پی میں اگر عورتوں کے خلاف جرائم کی مجموعی تعداد مدھیہ پردیش سے کم یعنی ۵۰۹۰ ہے لیکن وہاں ایک سال میں جہیزی اموات کی تعداد مدھیہ پردیش سے بہت زیادہ ہے۔ مدھیہ پردیش میں ۳۹۷ جہیزی اموات کے مقابلہ میں یو پی میں اس قسم کی اموات کی تعداد ۱۵۱۶ تھی۔ یو پی میں عصمت دری کے واقعات کی تعداد ۱۵۲۴ دست درازی کے واقعات کی تعداد ۲۲۲۵ اور اغوا کے واقعات کی تعداد ۲۱۲۲ تھی۔

راجستھان میں عورتوں کے خلاف جرائم کی تعداد ۴۳۶۲ تھی۔ راجستھان میں عورتوں کے اغوا کی تعداد دوسری ریاستوں سے زیادہ یعنی ۲۰۴۴ تھی۔ راجستھان میں دست درازی کے واقعات کی تعداد ۱۲۱۴ اور عصمت دری کے واقعات کی تعداد ۷۴ تھی۔ وہاں جہیزی اموات کی تعداد ۱۶۶ تھی

عورتوں کے خلاف جرائم کے معاملہ میں غیر ہندی ریاستوں میں مہاراشٹر دوسری ریاستوں سے آگے تھا۔ گذشتہ سال وہاں جہیزی اموات کے ۸۵۸، عصمت دری کے ۸۵۹ دست درازی کے ۲۷۸۲ اور اغوا کے ۸۹۸ واقعات پیش آئے۔ گذشتہ سال دہلی میں عورتوں کے خلاف جرائم کی تعداد ۱۰۹۱ تھی۔ ان میں جہیزی اموات کے ۱۰۲، عصمت دری کے ۱۵۰، دست درازی کے ۱۷۶ اور اغوا کے ۶۶۳ واقعات پیش آئے۔

مذکورہ بالا ریاستوں میں عورتوں کے خلاف جرائم کی تعداد برقرار ہے۔ اگر گذشتہ کئی برسوں کے اعداد و شمار کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ماضی میں بھی یہ ریاستیں عورتوں کے خلاف جرائم کے معاملہ میں ملک کے باقی علاقوں سے آگے رہی ہیں۔ اس صورتحال پر ممبران پارلیمنٹ کو ہی نہیں ماہرین سماجیات اور ماہرین نفسیات کو بھی غور کرنا چاہیئے۔ ان کو یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ ان ریاستوں میں عورتوں کے خلاف جرائم کی تعداد تمام ملک میں سب سے زیادہ کیوں ہے جو ایک خاص قسم کا نظریاتی نعرہ لگانے والوں کی حامی ہیں اور جہاں بھارتیہ جنتا پارٹی برسر اقتدار ہے اور دوسری پارٹیوں میں بھی ان کے نظریاتی ہمسفروں کی کافی تعداد موجود ہے۔ اگر ان اعداد و شمار کا فرقہ وارانہ تجزیہ کیا جائے تو اور بھی زیادہ چونکا دینے والے انکشافات ہوں گے

مدھیہ پردیش، یو پی اور راجستھان میں برسر اقتدار بھارتیہ جنتا پارٹی کے کسی لیڈر نے ابھی تک پارلیمنٹ میں دیئے گئے ان اعداد و شمار پر تشویش کا اظہار نہیں کیا اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے لیڈروں نے ماضی میں بھی کبھی ان سلگتے ہوئے مسائل کی طرف توجہ نہیں دی کیونکہ ان مسائل کو اٹھانا اور ان کا حل تلاش کرنا بہت مشکل کام ہے۔ بی جے پی کے لیڈر آسان اور آسانی سے ہضم ہونے والے جذباتی مسائل کو تلاش کرنے اور ان کا حل ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ اس طرح عوام کے جذبات بھڑکا کر ان کے ووٹ بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں اور اس سماجی ڈھانچے کو بھی برقرار رکھا جا سکتا ہے جس کے تحفظ کے لئے بی جے پی سرگرم ہے اور عورتوں پر مظالم اور ان کے خلاف جرائم جس کا لازمی حصہ ہیں۔

بی جے پی کے صدر ڈاکٹر مرلی منوہر جوشی ایک انتہائی اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص ہیں، آج کل وہ کنیا کماری سے سری نگر تک اپنی جس ایکتا یاترا میں مصروف ہیں اس کے دوران وہ مختلف مقامات پر تقریریں بھی کر رہے ہیں۔ ان تقریروں کی جو خبریں نیوز ایجنسیوں کے ذریعہ اخبارات میں شائع ہو رہی ہیں ان میں ڈاکٹر جوشی کشمیر، غیر ملکی دراندازی، یکساں سول کوڈ اور اقلیتی کمیشن جیسے الفاظ تو بار بار دہرا رہے ہیں لیکن سماجی اور معاشی مسائل کے بارے میں انھوں نے ایک لفظ بھی نہیں بولا ہے حالانکہ سیاسی مسائل کے مقابلہ میں سماجی اور معاشی مسائل کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اگر ملک کے سماجی اور معاشی مسائل حل ہو جائیں یا ان کی شدت میں کمی آجائے تو سیاسی مسائل پر اس کا براہ راست اثر پڑے گا اور وہ بھی حل ہو سکیں گے۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بی جے پی کو سماجی اور معاشی مسائل کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور اس کو صرف حصول اقتدار سے دلچسپی ہے

ہماری نئی پیشکش جس کا بے چینی سے انتظار تھا

الحمد للہ شائع ہو گئی

واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر

ایک نئے مطالعے کی روشنی میں | از: مولانا عتیق الرحمن سنبھلی

کہا جا سکتا ہے کہ اس واقعہ سے متعلق تاریخی روایتوں کو اس سے پہلے کبھی اتنا چھانا اور پھٹکا نہیں گیا جتنا اس کتاب میں (اور) نہ کبھی اتنے توازن اور غیر جانبداری سے حقیقت کی تلاش کی گئی ہے

چار باتوں کو یہ کتاب بہت صاف طور سے روشنی میں لاتی ہے

۱۔ اس واقعہ اور اس کے پس منظر کی روایتوں میں تاریخی دیانت اور عقل کے ساتھ کیسا ستم کیا گیا ہے!
۲۔ اہل بیت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت و غم خواری کے نام پر ان کی تصویر کو کس طرح مسخ کیا گیا ہے:
۳۔ اسلامی عدل اور اس کی حق اور حقیقت پسندی پر کیا ظلم ڈھایا گیا ہے:
۴۔ اور امت کے ذہن کو کس درجے کی تحریفات پر راضی کر دیا گیا ہے:

کتاب: ایک مقدمہ اور بارہ ابواب پر مشتمل ہے

مقدمہ [illegible]

ابواب کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

باب اول — شہادت عثمانؓ، خلافت علیؓ، صلح حسنؓ
باب دوم — کوفی مزاج، رشتہ داریاں، اور حضرت حسینؓ
باب سوم — یزید کی ولی عہدی اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ
باب چہارم — ولی عہدی کی تجویز اور [illegible]
باب پنجم — ولی عہدی کی بیعت اور اس کے مخالفین کا موقف
باب ششم — یزید کی ولیعہدی پر حضرت معاویہؓ کا اصرار کیوں [illegible]
باب ہفتم — حضرت معاویہؓ کی وفات، [illegible]
باب ہشتم — [illegible]
باب نہم — [illegible]
باب دہم — [illegible]
باب یازدہم — شہادت کے بعد کی [illegible]
باب دوازدہم — [illegible]

سائز: ۲۰×۳۰/۱۶ | صفحات: ۲۶۳ | سادہ دلکش سرورق | اعلیٰ عکسی طباعت | [illegible] | قیمت ۶۰ روپے

ناشر

الفرقان بک ڈپو ۱۱۴/۳۱ نظیر آباد لکھنؤ

شراب ـ سم قاتل

مولانا سید محمد واضح رشید ندوی ـ ترجمہ / جمال احمد اعظمی

یاایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان ـ

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور پانسے بری گندی باتیں ہیں شیطان کے کام ـ

روایت پسند اور مثالی اقدار اور روایات کے حامل معاشرے میں شراب ایک عظیم گناہ اور سنگین جرم تصور کی جاتی تھی شراب نوشی کرنے والے کو سزائیں دی جاتی تھیں اور قابل مذمت سمجھا جاتا تھا اور شراب نوشی کرنے والے کو کسی بھی معاشرے اور سوسائٹی میں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا ان کے یہاں یہ تصور پایا جاتا رہا ہے کہ ایک بری علت ہے اور صحت کے لئے انتہائی مضر اور مہلک ہے اور اس سے بہت سے ایسے امراض پیدا ہوتے ہیں جن کا علاج بسا اوقات ڈاکٹروں کے لئے بھی دشوار ہوتا ہے ـ

یہ بات مسلم ہے کہ شراب اخلاقی بگاڑ کا باعث بنتی اور بہت سے مفاسد کو جنم دیتی ہے اور انسانی صلاحیتوں کو تباہ کرنے کا ایک آلہ ہے ـ حدیث شریف میں آتا ہے: الخمر جماع الاثم (شراب تمام گناہوں کی جڑ ہے) شراب نوشی کو روکنے کے لئے بہت سے ملکوں نے مختلف تدابیر اختیار کیں اور بے پناہ دولت (.....) صرف کی اور قوانین بنائے اور اس کے روک تھام کے لئے وسائل اختیار کئے لیکن نتیجہ بالآخر یہ نکلا کہ تمام کی تمام کوششیں بے سود اور بیکار ثابت ہوئیں اور اس کی مذمت بیان کرنے والے ذرائع ابلاغ (.....) بجائے اس کے کہ شراب کی روک تھام میں انھیں خاطر خواہ کامیابی ملتی وہ مزید اضافے کا باعث بنے اور ان سے شراب نوشی کو اور فروغ حاصل ہوا اس لئے کہ شراب کے نقصانات بہت مخفی اور پوشیدہ اور جلد نہ ظاہر ہونے والے اور غیر شعوری ہیں ـ انجام کار ان تمام کوششوں کو ناکامی سے دوچار ہونا پڑا اور پھر بھی طرح طرح میخواری اپنی جگہ پر برقرار رہی ـ

انھیں نقصانات اور شراب نوشی سے پیدا ہونے والے مختلف النوع امراض اخلاقی فساد اور بے حیائی کے پیش نظر امریکہ کی پارلیمنٹ میں قانون تحریم خمر اکثریت سے پاس ہوا ـ لیکن اس قانون کے باوجود دن بدن شراب نوشی میں اضافہ ہوتا رہا اور اس قانون کو آخر کار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ـ

قانون کے ذریعے اخلاق و معاشرت کی اصلاح کا یہ سب سے بڑا تجربہ تھا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی اٹھارہویں ترمیم سے پہلے کئی سال تک اینٹی سیلون لیگ (Anti Saloon League) ـ رسائل و جرائد ـ خطبات، تصاویر، میجک لینٹرن، سینما اور بہت سے دوسرے طریقوں سے شراب کی مضرتیں اہل امریکہ کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کرتی رہی اور اس تبلیغ میں اس نے پانی کی طرح روپیہ بہایا ـ اندازہ کیا گیا ہے کہ تحریک کی ابتدا سے لے کر ۱۹۲۵ء تک نشر و اشاعت پر ساڑھے چھ کروڑ ڈالر صرف ہوئے اور شراب کے خلاف جس قدر لٹریچر شائع کیا گیا وہ تقریباً ۹ ارب صفحات پر مشتمل تھا اس کے علاوہ قانون تحریم کی تنفیذ کے مصارف کا جس قدر بار گذشتہ چودہ سال میں امریکی قوم کو برداشت کرنا پڑا ہے اس کی مجموعی تعداد ۶۵ کروڑ پونڈ بتائی جاتی ہے اور حال میں متحدہ ممالک امریکہ کے محکمۂ عدل نے جنوری ۱۹۲۰ء سے اکتوبر ۱۹۳۳ء تک کے جو اعداد و شمار شائع کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ـ اس قانون کی تنفیذ کے سلسلہ میں دو سو آدمی مارے گئے ۵۳۳۳۵ قید کئے گئے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ پونڈ کے جرمانے عائد کئے گئے چالیس لاکھ پونڈ کی مالیت کی املاک ضبط کی گئی (تنقیحات ص ۳۰۴) لیکن آخر کار تاریخ عالم کا یہ بڑا اصلاحی جہاد بے سود ثابت ہوا ـ

ہندوستان بھی لوگوں کو اس بری عادت سے نجات دینے کا خواہشمند تھا ـ اس نے شراب نوشی پر پابندی عائد کرنے کی بھرپور کوشش کی اس لئے کہ آزادی سے قبل کانگریس پارٹی کے منشور میں یہ بات تھی کہ جب بھی زمام حکومت اس کے ہاتھ میں آئے گی اور اقتدار حاصل ہوگا تو وہ شراب نوشی پر مکمل پابندی (BARD) لگائے گی اور واقعہ یہ ہے کہ اس نے پابندی عائد کرنے کی کوشش بھی کی لیکن اس کی تمام کی تمام کوششیں ہندوستانیوں کے عزم میخواری کے آگے ناکام ہوگئیں اور شراب نوشی میں بجائے کمی کے روز افزوں اضافہ ہی ہوتا گیا اور شراب کی تجارت کو مزید فروغ ملا ـ تہذیب و تمدن اور وسائل کی فراوانی اور مال و دولت کی بہتات کے ساتھ ساتھ شراب نوشی بھی عام ہوتی گئی "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" عہد ماضی میں شراب ایک سنگین جرم تھی اس لئے کہ وہ اخلاقی بگاڑ اور صحت جسمانی میں فساد پیدا کرنے والی تھی اور طبی نقطۂ نظر سے بھی یہ ایک مضر شئے ہے لیکن چونکہ اس کے نقصانات کا اثر فوراً ظاہر نہیں ہوتا بلکہ اس کے اثرات غیر شعوری طور پر مرتب ہوتے ہیں اس لئے جو لوگ دینی مزاج اور دینی فکر نہیں رکھتے، وہ ان ملکوں اور اسلام کی عائد کردہ پابندیوں پر طرح طرح کے عیب لگاتے رہے اور نکتہ چینی کرتے رہے اور ان پابندیوں کو تحقیر آمیز نگاہوں سے دیکھتے رہے اور اس کو فکری جمود کا نتیجہ تصور کرتے رہے ـ

شراب کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ آہستہ آہستہ اثر کرنے والا زہر ہے بعض لوگ اس کے زہر ہونے کے بھی قائل نہ تھے، بلکہ اس کو محض دینی یا اخلاقی کمزوری سمجھتے تھے لیکن گذشتہ عرصہ میں پیش آنے والے واقعات سے ثابت ہوا کہ شراب سم قاتل ہے اس کی زندہ مثال ہندوستان کے بعض شہروں میں رونما ہونے والے واقعات اور حادثات ہیں جن کا لوگ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، چنانچہ دہلی میں پیش آنے والا واقعہ اس کا شاہد ہے اور یہ انتہائی سبق آموز اور دردناک واقعہ ہے اس طرح کے واقعات شادی بیاہ اور تہواروں کے موقعوں پر بھی پیش آچکے ہیں لیکن انھیں ایک اتفاقی چیز سمجھ کر بجائے اس کے کہ عبرت حاصل کی جائے، نظر انداز کیا گیا ـ دہلی کا واقعہ آپ کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہے جس میں سرکاری شمار کے مطابق دو سو افراد لقمۂ اجل بن گئے اور ان میں ایک بڑی تعداد خطرناک جسمانی امراض میں مبتلا ہے ـ راجکوٹ میں بھی پچیس اشخاص ہلاک ہو گئے اور انھیں دنوں جنوب ہند میں ۳۶ افراد کی جانیں ضائع ہوئیں اور اس کے علاوہ بڑے پیمانہ پر حادثات رونما ہوئے جن کا نہ تو اخبارات میں کوئی تذکرہ ہے اور نہ ہی اس کے متعلق ذرائع ابلاغ سے کوئی معلومات فراہم ہوئیں ـ

یہ لرزہ خیز اور دردناک حادثات ذہن میں طرح طرح کے سوالات پیدا کرتے ہیں ـ ان واقعات کے بعد شراب نوشی امن و سلامتی، انسانیت کے لئے موت و زیست کا مسئلہ بن چکی ہے اور اس کے نقصانات بالکل آشکارا ہو چکے ہیں اس کی پردہ پوشی ناممکن ہے ـ

اب یہ مسئلہ صرف دینی ہی نہیں رہا کہ دینی افکار و خیالات کے حاملین ہی اس پر غور کریں بلکہ صورت حال یہ ہے کہ ارباب سیاست اور قانون کے پاسبانوں کو بھی اس پر سنجیدگی اور غور و فکر کرکے اس مسئلہ کا حل تلاش کرنا چاہئے ـ

تمام ذمہ دار حکومتیں ان تمام دواؤں پر جن میں ایک ذرا بھی نقصان کا احتمال ہوتا ہے پابندی لگاتی ہیں، اور لائسنس اور پرمٹ ضبط کئے جاتے ہیں ـ

شراب کے نقصانات اس کے منافع سے کہیں زیادہ ہیں قرآن کریم میں ارشاد ہے: ویسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس و اثمھما اکبر من نفعھما

(لوگ آپ سے شراب اور قمار کی بابت پوچھتے ہیں ـ آپ کہہ دیجئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے منافع بھی ہیں اور ان کا گناہ ان کے منافع سے کہیں بڑھا ہوا ہے ـ)

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ شراب پر پابندی عائد کرنے کے لئے اور نوجوان نسل کو اس بری عادت سے محفوظ رکھنے کے لئے کوئی فیصلہ کن اقدام کیا جائے کیونکہ یہ ایسا زہر ہلاہل ہے جو تباہ کن اسلحوں سے بھی زیادہ خطرے کا باعث ہے اگر اس سلسلہ میں کوئی روک تھام نہ کی گئی اور کوئی ٹھوس اقدام نہ ہوا تو مستقبل میں اس سے بھی زیادہ خطرناک صورتحال پیدا ہو سکتی ہے ـ فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ـ

(شراب سے بچے رہو تاکہ کامیاب ہو جاؤ)

علاء الدین ٹی
ٹی کمپنی بمبئی
ALAUDDIN TEA
Tea Co,
44, Haji Building,
S.V. Patel Road, Null Bazar, Bombay 400 003.
Tele: Add CUPKETTLE Tel. 862220/8728708

عالم اسلام

وصاف عالم ندوی

ناروے کے ۲۴ ہزار مسلم آبادی اور ۱۷ سرگرم عمل تنظیمیں مسلمانوں کے برادرانہ تعاون کی منتظر

ناروے کے ۲۴ ہزار مسلم آبادی اور ۱۷ سرگرم عمل تنظیمیں مسلمانوں کے برادرانہ تعاون کی منتظر ہیں

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ناروے میں سکونت اختیار کرنے کیلئے تارکین وطن کی تعداد تیزی سے بڑھتی جا رہی ہے ـ ترک وطن کا یہ عمل ۱۹۷۰ء میں شروع ہوا تھا اور اب تک ۲۴ ہزار مسلم مہاجرین کی تعداد ناروے کی راجدھانی "اوسلو" میں طرح اقامت ڈال چکی ہے ـ جس میں الجزائر، ہند و پاک، ترکی، مراکش کے مسلمانوں پر مشتمل ایک مسلم برادری کی تشکیل عمل میں آگئی ہے ـ اسوقت وہاں اسلامی تنظیموں کی تعداد ۱۷ ہے جو اپنی اپنی جگہ متحرک ہیں جبکہ ۱۹۸۷ء تک صرف پانچ تنظیمیں کام کر رہی تھیں ـ ان تمام تنظیموں میں جمعیت اہلسنت سب سے بڑی تنظیم سمجھی جاتی ہے جو ایک وسیع مسجد میں قائم ہے عالمی مساجد کونسل کے جنرل سکریٹری نے ماہ اگست میں یہاں کا تفصیلی دورہ کیا تھا اور وہاں کی معاشرتی صورتحال مسلم سرگرمیوں کا جائزہ لیا تھا ـ مسجد جمعیت اہلسنت کے علاوہ بھی متعدد مسجدیں قائم ہیں جو یہاں کے مسلم باشندوں کے دین کے بقا کی مظہر ہیں ـ

دراصل رابطہ عالم اسلامی نے مسلمانوں کی اسلامی سرگرمیوں کو تیز کرنے اور مسلمانوں کی ثقافتی و معاشرتی مستوی کو بلند کرنے کے سلسلہ میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں جہاں مسلم بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے کوئی مدرسہ نہیں تھا وہاں خصوصی درسگاہیں قائم کی گئی ہیں جو مدرسہ کی ذمہ داریوں کی بہت حد تک کفیل ثابت ہو رہی ہیں اور نئی نسل کو مغرب زدگی کے شکنجہ سے آزاد رکھنے کی کوشش میں بھرپور لگی ہوئی ہیں خصوصاً قرآن کریم کی تحفیظ و تفہیم کے ساتھ اخلاقی اور تربیتی پہلو پر زور دیتی ہیں اور عربی زبان کو سیکھنے کی بچوں کو تلقین کر رہی ہیں تیسری بات یہ کہ اسلامی ثقافت کی اشاعت کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں

تحریک انتفاضہ کے بانی شیخ احمد یاسین کی رہائی کے لئے عالمگیر احتجاج

تحریک انتفاضہ کے بانی شیخ احمد یاسین کی رہائی کے لئے عالمی کمیٹی کے تمام عدل پسند اور انسانیت نواز انجمنوں سے حمایت کی اپیل کی تھی جسکی آواز پر تقریباً ۴۰۰ سو سے زائد تنظیموں نے لبیک کہا اور مجاہد کبیر شیخ احمد یاسین کی دائمی اسیری اور ان کی تعذیب و توہین، اور اس جابرانہ فیصلہ (جو تمام اقدار انسانی کے خلاف ہے) پر کھل کر اپنے رنج و غم اور غیض و غضب کا اظہار کیا ـ انھوں نے کہا کہ سامراجیت سے پنجہ آزمائی کے جرم میں مزید ۱۵ سال کی سزا ایک ایسا انسانیت سوز فیصلہ ہے اسکی جس قدر مذمت کیجائے کم ہے ـ

شیخ احمد یاسین جو ۱۹۴۸ء میں یہودیوں کے جبر و اکراہ کی بنا پر عسقلان سے ترک وطن کر کے غزہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں اپنی تعلیم کے بقیہ مراحل طے کئے تھے ـ لیکن ۱۹۶۷ء میں فلسطین پر یہودیوں کے قبضہ کے بعد شیخ یاسین عملاً اس کا مقابلہ کرتے رہے اور اپنی تحریر و تقریر میں غاصبوں کو برملا نشانہ بناتے رہے اور عوام کو اسکے خلاف ابھارتے رہے تھے ـ اسی جرم میں ۱۹۸۴ء میں ان کو ۱۳ سال کی طویل المیعاد اسیری کی سزا دی گئی تھی ـ پھر ۱۹۸۵ء میں قیدیوں کے تبادلہ میں ان کی رہائی عمل میں آئی ـ پھر جب تحریک انتفاضہ کی ابتداء ہوئی تو شیخ احمد یاسین اسی تحریک کے لپیٹ میں آگئے ـ اور یہودی اقتدار نے یہ سمجھ لیا کہ اس منصوبہ بند شورہ کے پس پردہ شیخ احمد یاسین کا ہاتھ ہے اور وہی اس تحریک کی کمان کر رہے ہیں لہٰذا ان کو مختلف بہانوں سے پریشان کرنا شروع کر دیا اور پھر ۱۸ ۵ ۱۹۸۹ء کو دائمی اسیری کی سزا دیدی گئی ـ

قاہرہ سیرت نبویہ معلومات بینک کا قیام

قاہرہ میں سیرت نبویہ معلومات بینک کے نام سے ایک بورڈ کی تشکیل کے بعد امور اسلامی کے اعلیٰ کونسل کا جلسہ ختم ہو گیا ـ یہ بینک وہ تمام مطبوعہ، غیر مطبوعہ معلومات کی فراہمی کی ذمہ داری انجام دے گا جس کے اندر کسی بھی ناحیہ سے سیرت نبویہ پر روشنی ڈالی گئی ہے یہ بات مد نظر رہے کہ اس بینک کا قیام ایک بورڈ کے تحت عمل میں آیا ہے جو کئی سال سے یہ کام کرنے کی کوشش کر رہا تھا ـ

تین ماہ کے اندر یورپ میں نومسلموں کی تعداد پچاس ہزار

سرکاری حلقوں سے محقق شدہ ایک رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ پچھلے تین مہینوں میں مغربی یا مشرقی یورپ میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے ان کی تعداد تقریباً ۵۰ ہزار ہو گئی ہے ـ مغربی وزارت اوقاف و امور اسلامیہ کے پاس باقاعدہ اسکی ریکارڈ بھی محفوظ ہیں کہ کن کن ملکوں کے لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے

قبل مسیح اور بعد مسیح انسانی آبادی کی شرح

تنظیم اقوام متحدہ نے دو ہزار سال قبل اور ایک ہزار سال بعد کی انسانی آبادی کے سلسلہ میں ایک تازہ ترین اعداد و شمار شائع کی ہے ـ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ دو ہزار سال قبل مسیح دنیا کی آبادی چوتھائی ارب سے زیادہ نہ تھی ـ اور ایک ہزار سال بعد مسیح تک صرف ایک ارب کی آبادی تھی ـ پھر ۱۹۵۰ء تک دو ارب اور ۱۹۶۵ء تک سوا تین سو ارب ہو گئی تھی ـ مزید توقع ہے کہ ۱۹۹۵ء تک ساڑھے پانچ ارب کی آبادی ہو جائے گی ـ جو بڑھ کر ۲۰۲۵ء تک سوا آٹھ ارب کی آبادی ہو جائے گی ـ

یورپ میں لاوارث بچوں کا تناسب

عالمی تنظیم تحفظ معاشرہ کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ عائلی انارکی خاندانی تفرقہ بازی کا شکار سب سے زیادہ ترقی یافتہ خصوصاً خوشحال ممالک ہیں تنظیم نے یورپی ممالک کا جائزہ لے کر ایک رپورٹ شائع کی ہے ـ ڈنمارک میں لاوارث بچوں کی شرح ۳۰ ہزار ہے فرانس میں ۲۰ ہزار انگلینڈ میں ۲۵ ہزار پرتگال میں ۱۳ ہزار ایرلینڈ میں ۱۱ ہزار جرمنی میں ۱۰ ہزار اسپین میں ۸ ہزار اٹلی میں ۵ ہزار ہالینڈ میں ۱۰ ہزار ہے

دُعائے مغفرت

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی ازہری کے والد مولانا عبدالحفیظ حافظ صاحب کا تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں آبائی وطن ضلع مدھوبنی قصبہ ملمس (بہار) میں ۱۴ جنوری ۱۹۹۲ء کی صبح انتقال ہو گیا ـ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم ۱۶ سال تک مدرسہ کاشفۃ العلوم ضلع پرتاب گڈھ کے مہتمم رہے اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی مرحوم سے بہت گہرا تعلق تھا ـ ان کے دعوتی دوروں میں ساتھ رہے ہیں ـ اپنے علاقہ میں ممتاز شخصیت کے حامل تھے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو جنت الفردوس عطا فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

بمبئی میں
آپ کی زندگی میں مسرتوں کی مٹھاس گھولنے کیلئے
طہورا سوئیٹس
پیش کرتے ہیں ہر اقسام کی خوش ذائقہ دل پذیر و لاجواب اور صحت بخش مٹھائیاں
اسپیشل سوہن حلوہ ـ مینگو برفی ـ انجیر برفی ـ بادام پستہ برفی ـ مالائی قند
سوہن پپڑی ـ ملائی کھاجا ـ پھول کھاجا ـ ماوا کھاجا ـ دودھ کا حلوہ
ہماری مٹھائیاں، دیسی گھی، زعفران اور میووں کے زیورات سے آراستہ کر کے نفاست، عمدگی اور صفائی سے تیار کی جاتی ہیں
۲۵/۲۳۵ یار اسٹریٹ روڈ، دکان نمبر ۱، ناگپاڑہ جنکشن بمبئی ۸

وصی احمد

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی اساس و بنیاد جہاں دینی تعلیم عقیدہ و اخلاق، اور اعلیٰ مقاصد کی خاطر رکھی گئی تھی وہیں اسکی خمیر میں حالات سے نبرد آزما ہونے، وقت کے تقاضوں اور اسکے چیلنجوں کا بھرپور جواب دینے کے طریقہ سے واقف کرانے کا عنصر بھی شامل ہے، اسی کیساتھ طلبہ میں تہذیب و ثقافت، اخلاص و اخلاق اور بلند خیالی پیدا کرنے کی خاطر ندوۃ العلماء میں ایسے پروگرام رکھے جاتے ہیں جس سے نہ صرف طلبہ اپنی علمی صلاحیت کو اجاگر کرتے ہیں بلکہ فکری و روحانی غذا بھی حاصل کرتے ہیں۔

بزم ثقافت

۷ جمادی الاول ۱۴۱۲ھ بروز جمعہ بعد نماز عشاء جمعیۃ الاصلاح کے شعبہ بزم ثقافت کی جانب سے ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا، اس جلسہ کی صدارت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی (مدیر البعث الاسلامی) نے فرمائی، اس موقع پر دارالعلوم کے اساتذہ کرام اور طلبہ کی بڑی تعداد موجود تھی، پہلی تقریر جناب مولانا محمد زکریا صاحب ندوی کی ہوئی، آپ نے ایک شفیق باپ کی طرح شفقت و محبت سے طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا "کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ" تم میں سے ہر ایک خود اپنا ذمہ دار ہے، اور اپنے ماتحتوں کے متعلق تم سے بازپرس ہوگی۔

مولانا زکریا صاحب کے بعد مربی الاصلاح مولانا شمس الحق صاحب ندوی، (ایڈیٹر تعمیر حیات) کی تقریر ہوئی، آپ نے اس بات پر زور دیا کہ ہم طلبہ ندوہ کی چہار دیواری میں اپنے آپ کو پورے طور پر تہذیب و ثقافت کے سانچے میں ڈھالیں اور اپنی زندگی کو اسلامی تہذیب و تمدن کی جیتی جاگتی تصویر بنائیں۔

اخیر میں صدر محترم مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی نے طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا، میں آپ لوگوں کو اس بات پر مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ نے ندوہ کا صحیح انتخاب کیا، آپ اپنے مقاصد کو سامنے رکھیں، ندوہ کے قوانین اور اسکے ضوابط کا پورا پورا خیال رکھیں، اسی کا نام تہذیب ہے، اور اسی کو ثقافت کہتے ہیں، آپ اپنے وقت کو ضائع نہ کریں "الوقت ھو الحیاۃ فلا تقتلوہ" وقت ایک قیمتی شی ہے، اسکو ضائع نہ کیجیے،

مولانا نے جہاں اخلاص وللہیت اور آہ سحرگاہی کی تلقین کی، وہیں صفائی ستھرائی اور چمن بندی پر زور دیا، اور مولانا ہی کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

سال کے اختتام پر ندوہ کی تمام چھوٹی بڑی انجمنوں کی جانب سے انعامی مقابلے منعقد ہوتے ہیں اس سال بھی اس کا اہتمام کیا گیا۔

جمعیۃ الاصلاح

۵ دسمبر کی شام جمعیۃ الاصلاح کے وسیع ہال میں "ہندو پاک کی موجودہ سیاست میں علماء قیادت کر سکتے ہیں یا نہیں" کے عنوان پر جناب مولانا محمد خالد صاحب ندوی کے زیر صدارت انعامی مقابلہ ہوا، دونوں فریقوں نے قرآن و حدیث اور تاریخ کی روشنی میں دلائل پیش کئے، آخرکار حکم حضرات کے فیصلہ سے "علماء قیادت کر سکتے ہیں" کے فریق کو کامیاب قرار دیا گیا، اسی طرح بیت بازی کا انعامی مقابلہ جناب مولانا عبد الرشید صاحب ندوی استاد جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کی زیر صدارت ہوا، یہ جلسہ بڑا پرلطف رہا، اور طلبہ نے بھی اپنے منتخب اور معیاری اشعار سے سامعین کو محظوظ کیا۔

بزم خطابت و بزم سلیمانی

مورخہ ۳۱ دسمبر و یکم جنوری بعد نماز مغرب و عشاء بزم خطابت و بزم سلیمانی علیا و سفلی کے انعامی مقابلے منعقد ہوئے دونوں بزموں میں شرکاء کی اچھی خاصی فہرست تھی، نمایاں طور پر کامیاب ہونے والے طلبہ کے اسماء مندرجہ ذیل پیش کئے جا رہے ہیں۔

بزم خطابت علیا، انعام اول محمد حسن عالیہ ثالثہ شریعہ
〃 دوم طارق اختر 〃
〃 سوم دانش انور 〃
بزم خطابت سفلی 〃 اول محمد سلیم عالیہ اولیٰ
〃 دوم محمد حسین عالیہ ثانیہ
〃 سوم محمد شاہد 〃
بزم سلیمانی علیا 〃 اول طارق اختر عالیہ ثالثہ شریعہ
〃 دوم محمد وصی اللہ عالیہ رابعہ شریعہ
〃 سوم محمد احسن عالیہ ثالثہ شریعہ
سفلی 〃 اول احسان اللہ عالیہ ثانیہ
〃 دوم طٰہٰ اظہر عالیہ اولیٰ
〃 سوم محمد منیر 〃

انجمن الاصلاح خورد

اسی طرح انجمن الاصلاح خورد کا سالانہ انعامی مقابلہ منعقد ہوا اور یہ جلسہ سلیمانیہ کے ہال میں منعقد ہوا، ان میں نمایاں نمبر حاصل کرنے والوں کے نام ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں

بزم سلیمانی نشست اول، انعام اول عبد السمیع کاظمی عالیہ ثالثہ تخصص
〃 〃 دوم محمد مبین خالد 〃
〃 〃 سوم محمد یسین عالیہ اولیٰ
〃 نشست دوم 〃 اول محمد طارق عالیہ اولیٰ
〃 〃 دوم محمد سلطان عالیہ ثانیہ
〃 〃 سوم فصیح الدین عالیہ اولیٰ
بزم خطابت 〃 اول حافظ محمد عارف عالیہ ثانیہ
〃 〃 دوم عبد الواجد عالیہ ثالثہ شریعہ
〃 〃 سوم مزمل الدین 〃

معہد القرآن

اس عمارت میں بھی دو چھوٹی انجمنیں قائم ہیں، یہاں بھی انعامی مقابلے منعقد ہوئے، کامیاب ہونے والے طلبہ کے نام ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

بزم جوہر (انگریزی) علیا انعام اول محمد کوثر عالیہ ثانیہ
〃 دوم سراج الحق عالیہ ثالثہ ادب
〃 سوم شاہ الحق عالیہ ثانیہ
سفلی 〃 اول نعمت اللہ ہشتم معہد
〃 〃 دوم سمیع اللہ ثانویہ رابعہ
〃 〃 سوم شہباز عالم ہشتم معہد
بزم خطابت علیا انعام اول عبد اللہ وسیم عالیہ ثانیہ
〃 دوم رضوان اختر ثانویہ خامسہ
〃 سوم قمر الزماں عالیہ ثانیہ
سفلی 〃 اول حمزہ اعظمی ثانویہ رابعہ
〃 〃 دوم سمیع اللہ 〃
〃 〃 سوم نعمت اللہ ہشتم معہد

بزم سلیمانی علیا۔ اول سراج الحق عالیہ ثالثہ ادب
〃 〃 دوم محمد طٰہٰ عالیہ اولیٰ
〃 〃 سوم عبد الباسط عالیہ ثانیہ
سفلی 〃 اول محمد سمیع اللہ ثانویہ رابعہ
〃 〃 دوم نعمت اللہ ہشتم معہد
〃 〃 سوم محمد حمزہ ثانویہ رابعہ

درجہ حفظ

قراءت علیا انعام اول محمد راشد غازیپوری
〃 〃 دوم عبد الکبیر
〃 〃 سوم محمد یونس
سفلی 〃 اول محمد شاہد پرویز / جاوید کشمیری
〃 〃 دوم محمد دلشاد
〃 〃 سوم مرغوب علی
مقابلہ حفظ قرآن علیا اول عبد الکبیر
〃 〃 دوم نذر الہدیٰ
〃 〃 سوم نثار احمد
سفلی 〃 اول زین العابدین
〃 〃 دوم شمیم احمد
〃 〃 سوم اصغر مسلم

النادی العربی

۳ رجب المرجب بروز جمعرات بعد نماز ظہر جناب مولانا رابع صاحب ندوی کے زیر صدارت النادی العربی کا برجستہ انعامی مقابلہ منعقد ہوا، نمایاں طور پر کامیاب ہونے والے طلبہ کے نام ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

انعام اول محمد وصی اللہ عالیہ رابعہ شریعہ
〃 دوم محمد زکریا 〃 〃
〃 سوم محمد لقمان / رحمت اللہ علیا اولیٰ

بعد نماز عشاء جناب مولانا رابع صاحب کی صدارت ہی میں النادی العربی کی جانب سے ایک مناقشہ کا پروگرام رکھا گیا، جس کا عنوان تھا "حرب الخلیج رفعت معنویۃ المسلمین اونکست" خلیج کی جنگ نے مسلمانوں کو عزت دی یا ذلت۔

دونوں فریقوں کے دلائل مساوی رہے، اور دونوں ہی کامیاب قرار دیئے گئے۔

اخیر میں صدر محترم نے موضوع پر کھل کر گفتگو فرمائی اور طلبہ کو حقیقت حال سے مطلع کرایا، آپ نے فرمایا کہ خلیج کی جنگ صرف مادی بنیادوں پر وجود میں آئی اسی لئے مسلمانوں کو ذلت و رسوائی اٹھانی پڑی۔

● ● ●

دعائے مغفرت

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طالب علم محمد جاوید اشرف متعلم درجہ عالیہ ثالثہ کے والد جناب الحاج منشی رفیق احمد صاحب مختصر علالت کے بعد ۴ جنوری ۱۹۹۲ء کو انتقال فرما گئے۔ قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

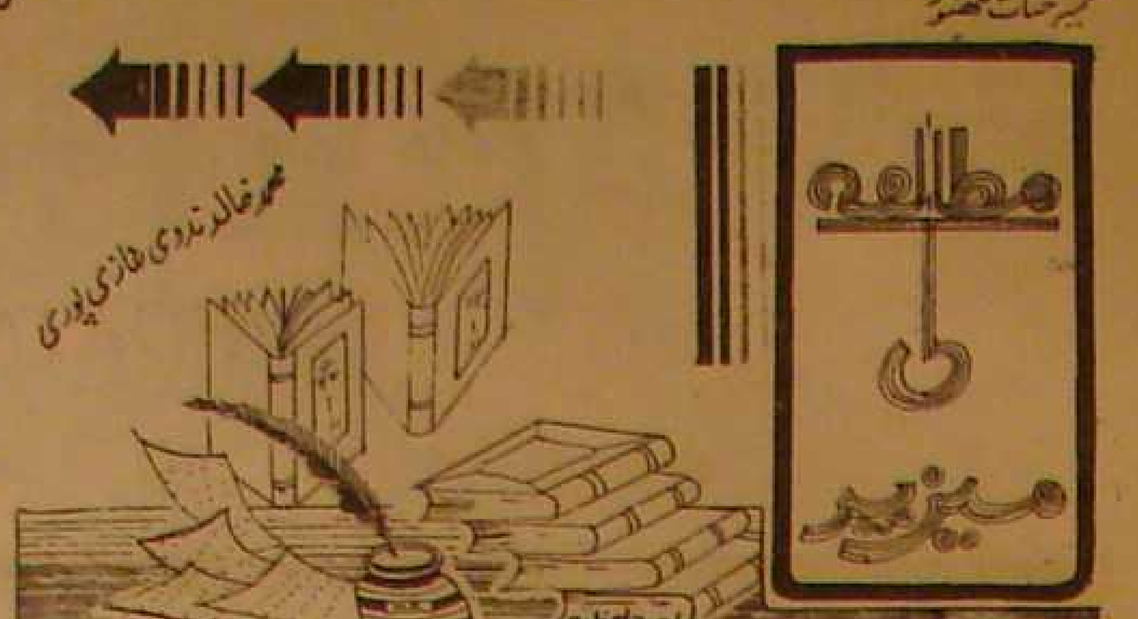

نام کتاب: التعبیر والمحادثۃ العربیۃ
اعداد: الدکتور محمد اجتباء الندوی
صفحات: ایک سو
ناشر: سید زبیر مصطفی اے ۳۰/۱ سکونیا پارک جامعہ نگر۔ نیو دہلی۔ ۲۵۔
قیمت: ۳۰/ روپئے
ملنے کا پتہ: مکتبہ حرا، پوسٹ بکس ۳۷۴ ٹیگور مارگ۔ لکھنؤ یوپی پن کوڈ ۲۲۶۰۰۷

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فضلاء نے عربی زبان پر قدرت حاصل کرنے کے لئے ایسی بہت سی کتابیں بھی مرتب کیں جن سے عربی زبان پر بسہولت قدرت حاصل کی جاسکتی ہے ان میں سے اکثر نصاب میں بھی داخل ہیں۔ اسی سلسلۃ الذہب کی ایک اہم کڑی پیش نظر کتاب "التعبیر والمحادثۃ" ہے مصنف ایک کہنہ مشق اہل قلم ہی نہیں بلکہ درس و تدریس کا وسیع تجربہ بھی رکھتے ہیں براہ راست عربی جامعات و شخصیتوں سے استفادہ بھی کیا ہے اور جامعہ ریاض اور مدینہ منورہ میں تدریسی خدمات بھی انجام دی ہے، ایک عرصہ تک جدہ ریڈیو اسٹیشن سے وابستگی نے زبان و بیان کی رعنائی اور خوش سلیقگی کو دوآتشہ کر دیا ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ جملوں کو دلوں میں کیسے اتارا جاتا ہے۔ اور الفاظ و کلمات کے خرمن سے معانی کا عطر کیسے کشید کیا جاتا ہے نگارشات میں تازگی اور توانائی کیسے پیدا ہوتی ہے اور رشحات قلم کے گوہر بار چھینٹوں سے صفحہ قرطاس پر کس طرح معانی کے گل بوٹے کھلتے ہیں موصوف کی ان خوبیوں کو پیش نظر کتاب نے بڑی خوبی سے امانت سمجھ کر سمیٹ لیا ہے جو عربی زبان و ادب کے شیدائیوں کے لئے ایک بہترین سوغات اور قابل قدر تحفہ ہے۔ مشق و تدریب کی نیرنگیوں نے خاصہ کی چیز بنا دیا ہے مشقوں کے انتخاب میں اسلامی ذہنیت اور دینی خیال نمایاں ہے۔

کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا حصہ جس میں مختلف عناوین دیئے گئے ہیں، ہر عنوان کے ساتھ ذیل میں مختصر عبارت دی گئی ہے جس کی حیثیت ایک نمونہ کی ہے، پھر سوال و جواب کی شکل میں ان جملوں کو بار بار دہرایا گیا ہے اور الگ الگ حصوں میں تقسیم کر کے، پھر ایک مضمون کی شکل میں مرتب کر دینے کا سلیقہ بھی بتایا گیا ہے۔

دوسرا حصہ مکالمات پر مشتمل ہے اور تیسرے حصہ میں خطوط نویسی کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

کتاب اپنے موضوع پر بہت اہم قیمتی اور قابل قدر ہے۔ عربی مدارس کے طلباء کے ساتھ ساتھ یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم عربی اسکالروں کے لئے بھی یکساں مفید ہے۔

امید کہ اہل ذوق اس سے بھرپور استفادہ کریں گے۔

نام کتاب: تنظیم اللآلی لشرح عقیدۃ الطحاوی
تالیف: مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری
صفحات: دو سو اڑتالیس
ناشر: سید محمد ضیاء الدین صاحب
قیمت: پچاس روپیہ
پتہ: مکتبہ عزیزیہ، ۷ بخشی بازار الہ آباد دار القلم نزد مدرسہ نعمانیہ کٹرہ الہ آباد (یوپی) پن کوڈ ۲۱۱۰۰۲

عباسی خلافت کے اوائل میں یونانی فلسفوں کے آورد سے عقیدہ اسلامی کے بدر منیر پر ہلکا سا گہن نظر آیا، تو علماء اسلام تڑپ گئے، اور اپنی علمی فکری توانائیوں کو اس کی تابانی کے لئے وقف کر دیا۔ عقائد اسلامیہ پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور بزعم خویش علم و دانش کے دعویداروں کے اشکالات کا دنداں شکن جواب دیا گیا۔ پروردۂ اوہام و خرافات فرقہائے باطلہ کا بھرپور تعارف کرایا گیا اس سلسلے کی سب سے اہم کتاب جو ماقبل کی تمام کاوشوں کا نچوڑ اور اپنے موضوع پر بے حد مفید اور مجتہدانہ کتاب "عقیدۃ الطحاوی" لکھی گئی جس کے مصنف آٹھویں صدی ہجری کے مشہور محدث و فقیہ علامہ ابو جعفر طحاوی مصری ہیں، جنکی مجتہدانہ بصیرت پر سب کا اتفاق ہے اپنے دور کے مایہ ناز علماء سے کسب فیض کیا۔ اور عقیدہ اسلامی پر یہ جامع کتاب تصنیف کی۔

برصغیر کے طول و عرض میں قائم اکثر دینی مدارس میں یہ کتاب شامل نصاب ہے عالم اسلام کے اہم جامعات میں بھی اس کو پڑھایا جاتا ہے، اور اس سلسلہ میں بحث و تحقیق کا اہم مادہ ہے۔ لیکن برصغیر کے طلباء کے لئے یہ کتاب اپنے محتویات کے بموجب کوئی آسان کتاب نہیں، اور جب کہ اس کی کوئی مفصل شرح بھی دستیاب نہیں، البتہ شرح العقیدۃ الطحاویہ کے نام سے ایک مبسوط شرح عربی میں پائی جاتی ہے لیکن اس کا حصول بھی تمام اداروں کیلئے مشکل ہے، ضرورت تھی کہ اس کتاب کو اردو زبان کا قالب دیا جائے۔ اور اس کے بنیادی اہم اور مغلق مباحث کی اردو میں سلیس و دلنشیں تشریح کی جائے، تاکہ طلباء کے لئے ان مباحث کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب کو کہ انھوں نے یہ مشترک فریضہ انجام دیکر اس موضوع پر قابل قدر خدمت انجام دی ہے خوشی ہے کہ انھوں نے شرح العقیدۃ الطحاویۃ سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے، کتابت و طباعت کا بھی بہترین خیال کیا گیا ہے۔ طباعتی خامیاں جو آج کل عام ہیں۔ اس کتاب میں نظر نہیں آئیں۔ البتہ کاغذ اور عمدہ استعمال کیا جاتا تو کتاب اپنے گرد و پیش کے ساتھ اور زیادہ دلکش ہو جاتی۔ اور اس کی معنویت بھی پوری طرح قائم رہتی۔ امید کہ مدارس کے طلباء ہی نہیں، بلکہ اردو داں طبقہ بھی اس کتاب سے استفادہ کرے گا۔ اور اس طرح مہر بند مشک کو عام ہونے کا خوب موقع ملے گا۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

نام کتاب: امثال القرآن
تالیف: علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر معروف بہ ابن قیم الجوزیۃ۔
ترجمہ: مولانا سید محمد غیاث الدین الہ آبادی
ناشر: دار الترجمہ والتالیف خیرآباد سلطان پور
صفحات: اٹھاسی
قیمت: بارہ روپیہ
پتہ: مکتبہ عزیزیہ، ۷ بخشی بازار الہ آباد

علامہ ابن قیم الجوزیۃ کی شہرۂ آفاق تصنیف "امثال القرآن" جس میں مصنف نے قرآن پاک میں تمثیل و تشبیہ پر مشتمل آیات کی ایسی دلنشیں تشریح فرمائی ہے کہ اہل ذوق پڑھتے ہیں اور سر دھنتے ہیں اللہ تعالیٰ نے موصوف کو جس علم و فضل سے نوازا تھا یہ اسی کا لازمی اثر ہے۔ ہر چند کہ علامہ کی تفسیر میں مستقل کوئی تصنیف نہیں۔ اور دیگر مقامات پر جستہ جستہ آیات کی جو تشریحات منقول ہیں، وہ خود اپنی جگہ تفسیری نکات سے معمور ہیں۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے شیخ التفسیر حضرت مولانا اویس صاحب ندوی رحمہ اللہ جنھیں علامہ ابن قیم سے عشق کی حد تک محبت تھی اور آپکی کتابوں سے بڑا شغف تھا۔ آپکی تصنیفات سے ان آیتوں کو یکجا کر کے مزید تنقیحی نوٹ کے ساتھ تفسیرات ابن قیم کے نام سے شائع کیا تھا۔ تفسیر ہی کے سلسلہ کی یہ کتاب بھی امثال قرآنیہ پر مشتمل ہے جس کا اردو ترجمہ مولانا غیاث الدین صاحب مظاہری نے بڑی خوبی کے ساتھ کیا ہے۔ عربی داں طبقہ کے ساتھ وہ حضرات بھی جو اردو تفسیر میں مطالعہ میں رکھتے ہیں۔ یہ کتاب قرآن پاک کے اہم نکات کی تفہیم میں بے حد ممد و معاون ثابت ہوگی، طلباء کے لئے بھی یہ ایک کارآمد تحفہ ہے۔

نام کتاب: البلاغت
مرتب: مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری۔
صفحات: ایک سو ساٹھ
ناشر: مکتبہ عزیزیہ، ۷ بخشی بازار الہ آباد

علم معانی، علم بیان اور علم بدیع کے مجموعہ کو علم بلاغت کہا جاتا ہے۔ علوم قرآنیہ سے بہرہ ور اور مستفید ہونے کیلئے ان علوم سے واقفیت بھی ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ قدماء سے لے کر متاخرین بلکہ جدید نظام تعلیم میں بھی اصول بلاغت کے موضوع پر کوئی نہ کوئی کتاب ضرور پڑھائی جاتی ہے اس موضوع پر قدماء کی بہت سی کتابیں ہیں بعد میں ان کی تلخیص بھی کی گئی۔ تلخیص المفتاح اسی کاوش کی ایک کڑی ہے۔

ضرورت تھی کہ اس موضوع پر اردو زبان میں بھی آسان فہم اور دلنشیں انداز میں کتابیں تیار کی جائیں اس سے پہلے مولانا عبید اللہ الاسعدی استاذ جامعہ عربیہ ہتھورا نے تسہیل البلاغۃ کے نام سے اصول بلاغت پر ایک کتاب اردو میں مرتب کی تھی جو پسند کی گئی۔ ہمیں خوشی ہے کہ اس موضوع پر اہم خدمت مولانا غیاث الدین صاحب مظاہری نے انجام دی ہے۔ اور یہ کتاب ان کی جہد کا ثمرہ ہے۔ موصوف نے اس کتاب میں بلاغت کی ساری بحثوں کو عالمانہ انداز میں پیش کیا ہے اور ہر جگہ عربی مثالوں کے ساتھ اردو کی مثالیں بھی دی ہیں، تاکہ مفہوم پوری طرح ذہن نشین ہو جائے۔ میرا خیال ہے کہ یہ کتاب ارباب ذوق و نظر کے یہاں بار پائے گی۔ اور علمی حلقوں میں

(بقیہ صفحہ ۲۰)